الله
رسول
محمد

قد افلح من تزكى وذكر اسم ربه فصلى

القرآن الكریم

ترجمہ

وہ فلاح پا گیا جس نے تزکیہ کرلیا اور اپنے رب کے نام کا ذکر کیا پھر نماز کا پابند ہو گیا۔

دسمبر
2009ء

المُجَاهِدُ مَنْ جَاهَدَ نَفْسَهُ، مُجاہد وہ ہے جو اپنے نفس کے خلاف جہاد کرے (الحدیث)

ماہنامہ

المرشد

جو حرام کھائے گا یا غیر طیب کھائے گا۔ وہ عمل صالح نہیں کر سکے گا اور جب عمل غیر صالح ہونگے تو قوم دھڑوں میں تقسیم ہو جائیگی

امیر محمد اکرم اعوان

ماہنامہ

المرشد

بانی	حضرت العلام مولانا اللہ یار خان مجدد سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ
سرپرست	حضرت مولانا محمد اکرم اعوان مدظلہ، شیخ سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ

دسمبر 2009ء ذوالحجہ/محرم الحرام

جلد نمبر 31 | شمارہ نمبر 4

مدیر

چوہدری محمد اسلم

جوائنٹ ایڈیٹر: ضمیر حیدر

سرکولیشن مینجر: رانا جاوید احمد

کمپیوٹر ڈیزائننگ اینڈ لے آؤٹ

پلاٹینم گرافکس، لاہور
0300-4339894

قیمت فی شمارہ 25 روپے

LRL # 41

فہرست

اداریہ	امیر محمد اکرم اعوان	3
کلام شیخ	سیماب اویسی	4
اقوالِ شیخ	انتخاب	5
طریقۂ ذکر		6
رزقِ حلال ...... عملِ صالح	امیر محمد اکرم اعوان	7
میاں بیوی کی بہترین پناہ! دین	امیر محمد اکرم اعوان	16
کربلا کی حقیقت	امیر محمد اکرم اعوان	22
عظمتِ صحابہ رضی اللہ عنہم	امیر محمد اکرم اعوان	32
کربلا میں آپ کس کے ساتھ ہیں؟	امیر محمد اکرم اعوان	46
Importance of the Company of Shaikh		51 to 56

انتخاب جدید پریس۔ لاہور 042-36314365 ناشر۔ عبدالقدیر اعوان

بدل اشتراک

پاکستان	250 روپے سالانہ
بھارت/سری لنکا/بنگلہ دیش	1200 روپے
مشرق وسطیٰ کے ممالک	100 ریال
برطانیہ۔ یورپ	35 اسٹرلنگ پاؤنڈ
امریکہ	60 امریکن ڈالر
فارایسٹ اور کینیڈا	60 امریکی ڈالر

سرکولیشن آفس= ماہنامہ المرشد اویسیہ سوسائٹی' کالج روڈ' ڈاکخانہ ٹاؤن شپ' لاہور فون 042-35182727

رابطہ آفس= ماہنامہ المرشد' اے۔ ٹی۔ ایم بلڈنگ' پل کو یاں' سمندری روڈ فیصل آباد فون 041-2668819 Mob: 0346-5207282

"قرآن حکیم کو اس نیت سے پڑھو کہ میرا پروردگار مجھ سے باتیں کر رہا ہے"۔

اچھوتے انداز اور منفرد طرزِ تحریر کی حامل

تفسیر قرآن حکیم اسرار التنزیل سے اقتباس

اللہ کریم رب العالمین ہے اور "رب" کا معنی ہوتا ہے۔ ہر ضرورت مند کی ہر ضرورت، ہر جگہ، ہر وقت پورا کرنے والی ہستی، وہ ایسا کریم ہے کہ ضرورتیں بعد میں آتی ہیں۔ تکمیل کے اسباب پہلے بھیج دیتا ہے۔ آپ اسے پوری زندگی میں اس عمل کو کارفرما دیکھیں گے۔ ایک تنکے کی روشنی کیلئے جن عوامل کی ضرورت ہے تنکہ بعد میں آتا ہے۔ عوامل پہلے سے موجود ہوتے ہیں۔ ایک انسان کی تخلیق کے لئے جن غذاؤں، جن فضاؤں، جن حالات کی ضرورت ہوتی ہے، اس کے آنے سے پہلے موجود ہوتے ہیں۔ ایک درخت، ایک پھل کے پیدا کرنے کے لئے جن عوامل، جن محرکات جس روشنی، جس گرمی، جس فضا، پانی جن گیسوں کی ضرورت ہوتی ہے، مہیا فرما دیتا ہے۔

اداریہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللہ رسول محمد

المرشد کے تیس سال

کل کی بات لگتی ہے حضرت استاذنا المکرم رحمۃ اللہ علیہ رونق افروز تھے اور احباب سے مشورہ فرما رہے تھے کہ عامۃ الناس کی اصلاح اور احباب کی راہنمائی کیلئے تحریری کوشش ہونی چاہئے۔ ایک ماہنامہ کے اجراء کا مشورہ ہوا حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ نے نام تجویز فرمایا "المرشد"

الحمدللہ اب المرشد اپنی عمر کے تیس برس پورے کر چکا ہے روز اول سے مقصد ایک اصلاحی شمارہ تھا سو آج تک الحمدللہ قرآن و سنت کے مطابق حروف اور حرف اصلاحی صفحات شائع ہوتے ہیں اور یہ سعادت حافظ عبدالرزاق صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے حصہ میں آئی برسوں انہوں نے اسے خون جگر سے سینچا اور تاحال [illegible] بزرگوں کی متعین کردہ راہوں پہ گامزن ہے نہ کوئی اختلافی بحث نہ سیاسی جھگڑا بلکہ اپنا مدعا صرف اصلاح اعمال کی کاوش اور کتاب اللہ اور سنت خیر الانام صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق ہیں یہی وجہ ہے کہ رسالے کے صفحات ہوں یا شمارے پڑھنے میں پرانے نہیں ہوتے کوئی شمارہ کسی بھی کسی سال کا دیکھیے ویسے لگتا ہے جیسے حال کی بات کر رہا ہے۔

اللھم زد فزد۔

امیر محمد اکرم اعوان خادم سلسلہ عالیہ

کلامِ شیخ

سیماب اویسی

امیر محمد اکرم اعوان' سیماب اویسی کے قلمی نام سے شاعری کرتے ہیں۔ آپ کے کلام کے مندرجہ ذیل مجموعے شائع ہو چکے ہیں۔

گردِ سفر　نشان منزل

کونسی ایسی بات ہوئی ہے　سوچ سمندر

متاع فقیر　آس جزیرہ　دیدہ تر

آپ کی شاعری کیا ہے؟

فرماتے ہیں۔

"میری شاعری میری کیفیات اور میرے جذبات کے اظہار کے علاوہ کچھ نہیں۔ یہ اشعار کیسے ہیں؟ ان کا معیار کیا ہے بلکہ یوں کہئے کہ یہ اشعار ہیں یا نہیں' اس کی مجھے خبر نہیں' اس لئے کہ میں نے یہ فن سیکھا ہے اور نہ اس کے اسرار و رموز۔ میں نے بہت سیکھا یا کم' سب کچھ محض اپنے عظیم شیخ کی توجہ اور نگاہ کا حاصل ہے۔

اگر ان اشعار میں واقعی کوئی کمی نظر آئے تو یہ اللہ کی عطا اور شیخ المکرّم کا فیض نظر ہے اور اس کے سارے سقم کی ذمہ داری میری کمزوریوں کا نتیجہ ہے۔

اللہ کرے میں جو چاہتا ہوں وہ کہہ سکا ہوں اور جو کہہ گیا ہوں وہ کسی کی سمجھ میں آسکے تو میں نے اپنا مقصد حاصل کر لیا کہ بندہ صرف بات پہنچا سکتا ہے باقی سب توفیقیں اللہ کو ہیں۔"

حسینؓ و یزید

ڈھل گیا سنت کے سانچے میں حسینؓ
ہے خلافِ سنتِ سرورﷺ یزید

جان دے کر حق کو روشن کر گیا
بڑھ گئی اس سمت تاریکی مزید

ہے نمونہ خلق نبویﷺ کا حسینؓ
جس سے محرومی کا ہے مظہر یزید

جان و مال و خاندان قربان حسینؓ
دار دنیا کی طلب کا در یزید

کٹ گیا سر، جھک نہ پایا، یہ حسینؓ
جھک گیا باطل کے جو در پر، یزید

آج بھی حق کی علامت ہے حسینؓ
آج بھی ہے ظلم کا مظہر یزید

خود کو دیکھو کون سی صف میں ہو تم
جس کا قائد ابنِ حیدرؓ یا یزید

اقوالِ شیخ

☆ آسمانوں میں جو کچھ ہے فرمایا وہ تمہاری خدمت پر معمور ہے اور اگر معمورِ عالم میں انسانیت کی عمر تمام ہو جائے تو اس کا معنی یہ ہوگا کہ ساری کائنات کی عمر تمام ہو گئی۔ کہ جب استعمال کرنے والا نہیں رہے گا۔ تو اس کی ضرورت باقی نہیں رہے گی۔ تو اگر ایک انسان کی خاطر اتنا معمور عالم سرگرم عمل ہے تو کیا انسان واقعی اتنی قیمتی چیز ہے۔ اگر ہے تو کیوں؟ اس کا سبب کیا ہے؟ اس کا وہ شعور، وہ کمال یہ ساری کائنات کا اور اس کا ایک ایک ذرہ اللہ کی عبادت کرتا ہے اور ہمیشہ ہمیشہ کرتا رہے گا۔

☆ جیسے ہی کوئی ایمان لاتا ہے اس کو اللہ کی ولایت نصیب ہو جاتی ہے اب یہ اس کے ذمہ ہے کہ وہ اللہ کی ولایت چند لقموں کے عوض بیچ دیتا ہے کسی دنیاوی آسائش کیلئے بیچ دیتا ہے۔ کسی انا اور ذاتی خواہش کیلئے بیچ دیتا ہے۔ تو یہ ظلم اگر کرتا ہے تو انسان کرتا ہے۔

☆ سوائے نبی کے کوئی معصوم نہیں ہے ہاں اللہ اللہ کرنے سے آدمی محفوظ ہو جاتا ہے۔ حفاظت الٰہیہ اسے نصیب ہو جاتی ہے۔ قربِ الٰہی کی وہ کیفیات جو اس کے دل میں موجود ہوتی ہیں۔ ان کے ساتھ اللہ کی طرف سے حفاظت اور اللہ کی طرف سے تائید نصیب ہو جاتی ہے۔ یہ گناہ سے محفوظ ہو جاتا ہے۔

☆ ہمارا مشن یہ ہے کہ ترک دنیا کی بجائے ہم دنیا کو استعمال کریں۔ جس کے لئے یہ بنی ہے اور جو باقاعدہ رب کریم نے اسے استعمال کرنے کا ارشاد فرمایا ہے تا کہ دنیا پر یہ ثابت ہو جائے کہ اسلام یا ذکر الٰہی ترقی کی راہ میں رکاوٹ نہیں ہے۔ یہ پستیوں سے اٹھا کر عظمتوں سے آشنا کرنے کا آسان ترین راستہ، مختصر ترین زینہ ہے۔

طریقہ ذکر

سلسلہ عالیہ نقشبندیہ اویسیہ

مکمل یکسوئی اور توجہ کے ساتھ ہر سانس کی آمدورفت پر اس طرح گرفت ہو کہ ہر داخل ہونے والی سانس کے ساتھ اسم ذات "اللہ" دل کی گہرائیوں میں اُترتا چلا جائے اور ہر خارج ہونے والی سانس کے ساتھ "ھو" کی چوٹ قلب پر لگے۔ دوسرے لطیفے کو کرتے وقت ہر داخل ہونے والی سانس کے ساتھ اسم ذات "اللہ" دل کی گہرائیوں میں اُترتا چلا جائے اور ہر خارج ہونے والی سانس کے ساتھ "ھو" کی چوٹ دوسرے لطیفے پر لگے۔ اسی طرح تیسرے چوتھے اور پانچویں لطیفہ کو کرتے وقت ہر داخل ہونے والی سانس کے ساتھ اسم ذات "اللہ" دل کی گہرائیوں میں اُترتا چلا جائے اور ہر خارج ہونے والی سانس کے ساتھ "ھو" کی چوٹ اُس لطیفہ پر لگے جو کیا جا رہا ہو۔

چھٹے لطیفہ کو کرنے کا طریقہ

ہر داخل ہونے والی سانس کے ساتھ اسم ذات "اللہ" دل کی گہرائیوں میں اُترتا چلا جائے اور ہر خارج ہونے والی سانس کے ساتھ "ھو" کا شعلہ پیشانی سے نکلے۔

ساتویں لطیفہ کو کرنے کا طریقہ

ہر داخل ہونے والی سانس کے ساتھ اسم ذات "اللہ" دل کی گہرائیوں میں اُترتا چلا جائے اور ہر خارج ہونے والی سانس کے ساتھ "ھو" کا شعلہ پورے بدن کے ایک ایک مسام اور خلیہ سے باہر نکلے۔

ساتویں لطیفہ کے بعد پھر پہلا لطیفہ کہا جاتا ہے جس کا طریقہ سب سے پہلے بیان ہوا ہے۔ ذکر کے دوران سانس تیزی اور قوت سے لیا جائے اور ساتھ ہی جسم کی حرکت جو سانس کے تیز عمل کے ساتھ خود بخود شروع ہو جاتی ہے۔ پورا خیال رہے کہ کوئی سانس اللہ کے ذکر سے خالی نہ ہو۔ توجہ قلب پر مرکوز رہے اور ذکر کا تسلسل ٹوٹنے نہ پائے۔

رابطہ:- ساتوں لطائف کے بعد رابطہ کیا جاتا ہے جس کا طریقہ یہ ہے۔ ساتویں لطیفہ کے بعد پہلا لطیفہ کیا جاتا ہے اور پھر رابطہ کیلئے سانس کی رفتار کو طبعی انداز پہ لا کر ہر داخل ہونے والی سانس کے ساتھ اسم ذات "اللہ" قلب کی گہرائیوں میں اُترتا چلا جائے اور ہر خارج ہونے والی سانس کے ساتھ "ھو" کی چوٹ عرش عظیم سے جا کر ٹکرائے۔

رزقِ حلال ...... عملِ صالح

امیر محمد اکرم اعوان 11 اکتوبر 2009 ماہانہ اجتماع بمقام: دارالعرفان، منارہ، ضلع چکوال

الحمد لله، الحمدلله رب العلمين والصلوٰة والسلام على حبيبه محمد و آلهٖ واصحابهٖ اجمعين۔

اعوذ بالله من الشيطن الرجيم O
بسم الله الرحمن الرحيم

يٰٓاَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوْا مِنَ الطَّيِّبٰتِ وَ اعْمَلُوْا صَالِحًا ؕ اِنِّيْ بِمَا
تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ ﴿۵۱﴾ وَ اِنَّ هٰذِهٖٓ اُمَّتُكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّ اَنَا رَبُّكُمْ
فَاتَّقُوْنِ ﴿۵۲﴾ فَتَقَطَّعُوْٓا اَمْرَهُمْ بَيْنَهُمْ زُبُرًا ؕ كُلُّ حِزْبٍۢ بِمَا
لَدَيْهِمْ فَرِحُوْنَ ﴿۵۳﴾ فَذَرْهُمْ فِيْ غَمْرَتِهِمْ حَتّٰى حِيْنٍ ﴿۵۴﴾

اَللّٰهُمَّ سُبْحٰنَكَ لَا عِلْمَ لَنَا اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا اِنَّكَ اَنْتَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ

مولا یاصل وسلم دائما ابدا
علی حبیبك خیر خلق کلهم

سورۃ مومنون اٹھارویں پارے کی ان آیات کریمہ میں ایک بنیادی بات کی طرف اللہ کریم نے راہنمائی فرمائی ہے اور اس میں اللہ کریم نے اپنے رسولوں کو خطاب فرمایا ہے قرآن حکیم میں جہاں انبیاء و رسل کو خطاب ہوتا ہے وہاں مراد یہ ہوتی ہے کہ اس حکم سے کوئی بھی مستثنیٰ نہیں جیسے ملک میں کوئی قانون ہو کہ یہ صدر اور وزیر اعظم پر بھی لاگو ہوگا تو مطلب یہ نہیں کہ صدر اور وزیر اعظم بھی یہ جرم کر رہے ہیں مطلب یہ ہے کہ کوئی بھی اس سے مستثنیٰ نہیں یہ سب پہ لاگو ہوگا۔ بنیادی بات یہ ارشاد فرمائی ہے۔ **كُلُوْا مِنَ الطَّيِّبٰتِ** پاکیزہ چیزیں کھاؤ، کھانے کے لئے کمانا پڑتا ہے اور اگر کمانے کا طریق جائز نہ ہو تو حلال نہیں ہوتا حلال ہو اسے بنانے میں بھی ناپاکی

آجائے، کوئی قطرہ ناپاکی کا شامل ہوجائے کسی طرح کی ناپسندیدہ چیز اس میں شامل ہوجائے تو وہ حلال تو ہوتا ہے پاکیزہ نہیں رہتا سو ارشاد یہ فرمایا۔ **كُلُوْا مِنَ الطَّيِّبٰتِ**، پاکیزہ کھاؤ یعنی حلال بھی ہو اور طیب بھی ہو یعنی طیب جو ہوگا وہ از خود پہلے حلال ہوگا حرام تو طیب ہو نہیں سکتا حرام میں تو یہ حصوصیت ہی نہیں کہ وہ پاکیزہ ہوسکے۔ حلال ہوگا، پاکیزہ ہوگا **وَاعْمَلُوْا صَالِحًا** کام بھلے کرو، اچھے کام کرو نیک کام کرو، تو ترتیب کتاب اللہ سے یہ بات اخذ ہوئی ہے کہ کھانا طیب ہوگا تو کردار صالح ہوگا۔ اگر غذا غیر صالح ہوگی یا حرام ہوگی یا غیر طیب ہوگی تو کردار متاثر ہو گا۔ قرآن حکیم نے تو سیدھی سیدھی طیب کی شرط لگائی کہ طیب میں حلال از خود آجاتا ہے حرام تو پاکیزہ نہیں ہوسکتا۔ پاکیزہ کھاؤ، حلال کھاؤ، طیب کھاؤ اور اچھے عمل کرو یعنی کھانا یا غذا جو ہے وہ اعمال پر بھی ایک اثر مرتب کرتی ہے اور کردار بھی تب ہی صحیح ہوتا ہے جب کھانا طیب اور پاکیزہ ہو جسکی غذا حلال ہو اور پاک ہوگی اس کے اعمال صالح ہونگے غذا ہی غیر طیب ہو تو اعمال صالح کیسے ہونگے؟ غذا اجزائے بدن بنتی ہے نبی کریم ﷺ کے ارشادات کا مفہوم ہے کہ کچھ لوگ ایسے ہوں گے کہ جن پر اللہ کریم رحم فرمائے گا معاف کردے گا لیکن غیر صالح یا حرام کھانا یا غیر طیب غذا کھانے سے ان کے وجود پر گوشت بن چکا ہوگا ان کی غذا صالح نہیں ہوگی تو فرمایا کہ وہ گوشت جو غیر صالح غذا سے بنا ہے اسے اللہ جنت میں داخل نہیں کرے گا اس معافی کے باوجود انہیں جہنم میں جانا ہوگا وہ گوشت جل جائے گا بلکہ الفاظ آتے ہیں۔ **نَبَتَ مِنَ السُّحْتِ** حرام کی کمائی سے جو گوشت بنا ہوگا **اِنَّ النَّارَ اَوْلٰى بِهٖ** اس کی بہترین جگہ جہنم کی آگ ہی ہے وہ جل جائے گا اور پھر اللہ کریم انہیں نیا گوشت عطا فرمائے گا اور بدن کو سلامت کرکے پھر انہیں جنت بھیجا جائے گا۔ بعض احادیث میں ملتا ہے کہ جنت میں بھی ان پر یہ بات رہے گی کہ یہ وہ لوگ ہیں جو گوشت جلا کر پھر جنت میں داخل ہونگے سو غذا جزو بدن بنتی ہے اسی غذا سے دماغ کو بھی تقویت پہنچتی ہے اسی سے نگاہوں میں بھی تاب آتی ہے اسی سے ہاتھ اور پاؤں میں بھی سکت آتی ہے اسی سے دل بھی دھڑکتا ہے اسی سے اجزائے بدن بنتے ہیں گوشت پوست ہڈیاں سب تعمیر ہوتی ہیں اگر وہی غیر صالح ہوگی تو کردار صالح کیسے ہونگے اور فرمایا یہ سارا اس لئے کرو کہ **اِنِّيْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ** تم جو کچھ کرتے ہو جو سوچتے ہو، جو عمل کرتے ہو، جو بات کہتے ہو، ہر چیز کے ذرہ ذرہ سے میں ذاتی طور پر واقف ہوں، جو کہتے ہو اللہ کریم کے سامنے کہہ رہے ہو جو سوچتے ہو بے شک دنیا سے چھپ کر تمہارے دل میں ہو لیکن اللہ کریم کے سامنے ہے۔ جو عمل کرتے ہو وہ ویرانے میں کرو، تنہائی میں کرو، یا تاریکی میں کرو اللہ موجود ہے اور وہ جانتا ہے تم کیا کرتے ہو اگر ایسا نہیں کرو گے جو لوگ ایسا نہیں کرتے جو لوگ لوٹ مار کرتے ہیں، رشوت کھاتے ہیں، بلکہ سحت کا معنی یہ ہے کہ سحت اس حرام آمدنی کو کہتے ہیں کہ جس کام کو کرنے کی کوئی اجرت لے رہا ہو پھر اس کام کو کرنے کے لئے رقم اور رشوت طلب کرے تو اسے سحت کہتے ہیں اور یہ بدترین حرام ہے کہ ایک کام کرنے کی تنخواہ لے رہا ہے اسے اجرات ملتی ہے اس تنخواہ میں اسے وہ کام کرنا ہے لیکن اسکے باوجود رشوت لے کر یا کسی سے پیسے لے کر وہ کام کرتا ہے تو وہ سُحت ہے۔

تو فرمایا کہ لوگ جو حرام کھاتے ہیں **فَتَقَطَّعُوْٓا اَمْرَهُمْ بَيْنَهُمْ**

زُبُرًا ط ان پر اللہ کا یہ عذاب آتا ہے کہ وہ الگ الگ رستوں پر بٹ جاتے ہیں اپنے اپنے نظریات بنا لیتے ہیں اپنا اپنا ایک عقیدہ گھڑ لیتے ہیں اپنا اپنا ایک گروہ بنا لیتے ہیں اور یوں ایک ہی قوم کے لوگ ایک ہی نظریئے اور عقیدے کے لوگ آپس میں دشمن ہو جاتے ہیں اور ایک دوسرے کے قتل و غارت کے درپے ہو جاتے ہیں۔ كُلُّ حِزْبٍ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُوْنَ اور ان میں سے ہر گروہ وہ اپنی بات پہ خوش ہوتا ہے کہ جو میرے پاس ہے وہی حق ہے، میں حق پر ہوں دوسرا واجب القتل ہے اسے مار دینا چاہئے یہ کون ہوتا ہے؟ جب قومیں حرام کھانا شروع کر دیتی ہیں ان کے ذرائع روزگار حلال نہیں رہتے تو اکثریت جب حرام میں مبتلا ہو جاتی ہے تو اس پر یہ عذاب وارد ہوتا ہے کہ قوم گروہوں میں بٹ جاتی ہے۔ سارے مسلمان کہلاتے ہیں اب ہم اپنا حال دیکھ لیں سارے مسلمان کہلاتے ہیں لیکن کچھ لڑ رہے ہیں کچھ مار رہے ہیں کچھ مر رہے ہیں کوئی فتح کے شادیانے بجا رہا ہے کوئی اپنی کامیابی پر خوش ہے اور ایک دوسرے کو مار رہے ہیں۔ مرنے والوں میں ایسے بھی ہیں سارے کلمہ گو تو ہیں ہی ایسے بھی ہیں جو نیک ہیں پارسا ہیں، نماز، روزہ کرنے والے ہیں حلال کھانے والے ہیں وہ بھی مارے جا رہے ہیں۔ اور پھر کسی کو افسوس نہیں ہوتا۔ كُلُّ حِزْبٍ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُوْنَ دکھ نہیں ہوتا کہ میں نے زیادتی کی یا مجھ سے گناہ ہوا بلکہ وہ اپنے پہ فخر کرتے ہیں اور خوش رہتے ہیں۔ کہ جو میں کر رہا ہوں وہ ٹھیک ہے فَذَرْهُمْ فِيْ غَمْرَتِهِمْ حَتّٰى حِيْنٍ۔ اے میرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم آپ ان لوگوں کو چھوڑ دیجئے ان کی طرف نظر کرم نہ کیجئے آپ ان کی پرواہ ہی نہ کیجئے فَذَرْهُمْ انہیں چھوڑ دیں فِيْ غَمْرَتِهِمْ حَتّٰى حِيْنٍ یہ اپنے راستے پر میں جس میں بھٹک کر چلے گئے ہیں انہیں چلنے دیں وقت آ جائے گا مقررہ وقت تک۔ ان کے پاس تھوڑی سی مہلت ہے اتنا ہی دوڑیں گے کہاں جائیں گے آگے یہی مضمون چل رہا ہے مضمون یہ لمبا ہو جاتا ہے لیکن حاصل یہی ہے کہ ان کے پاس مال بھی ہوتا ہے اولاد بھی ہوتی ہے اس پہ یہ خوش بھی ہوتے ہیں کہ شاید ان پر اللہ کا بڑا کرم ہے لیکن وہ یہ بھول جاتے ہیں کہ برائی پر اللہ کا کرم نہیں ہوتا بلکہ برائی میں جو ڈھیل ملتی ہے یہ بھی عذاب ہے اور یہ بڑا سخت عذاب ہے۔ علماء فرماتے ہیں کہ اگر کوئی زہر کھا لے اور اسے قے شروع ہو جائے یا پیچش شروع ہو جائے یا اسکا پیٹ جل جائے تو اس کے بچ جانے کی امید ہوتی ہے لیکن اگر زہر ہضم ہو جائے یا کوئی اور بیماری نہ بنے تو پھر وہ مر جاتا ہے یہی حال گناہ کا بھی ہوتا ہے گناہ پر اگر کوئی چھوٹی موٹی گرفت آ جاتی ہے تو بندہ توبہ کر لیتا ہے لیکن جن لوگوں کو ڈھیل مل جاتی ہے وہ تباہ ہو جاتے ہیں اور مزید گناہ کرتے چلے جاتے ہیں فرمایا فَذَرْهُمْ فِيْ غَمْرَتِهِمْ حَتّٰى حِيْنٍ ان کو اپنے گناہ پہ خوش رہنے دیں آپ ان کی پرواہ نہ کریں وقت آ رہا ہے اسوقت تک جب تک سانس میں سانس ہے ان کے پاس مہلت ہے پھر یہ کہاں جائیں گے۔

جس طرح قوموں کا کردار حالات کو متاثر کرتا ہے اسی طرح قومیں افراد سے بنتی ہیں قوم کا افراد سے باہر کوئی وجود نہیں ہوتا افراد مل کر قوم بنتی ہے تو ہر فرد کا ایک کردار ہوتا ہے اب ہمارا جو حال ہو رہا ہے لگتا یوں ہے ہم میں من حیث القوم غیر طیب کھانے والوں کی اکثریت ہو گئی ہے۔

اس کے باوجود ہر فرد کو اپنا محاسبہ کرنا چاہئے کہ یہ تباہی کہیں میری وجہ سے تو نہیں آ رہی کہ ہر فرد، قوم کا حصہ ہے "ہر فرد ہے ملت کے مقدر

کا ستارہ" افراد سے ہی قومیں بنتی ہیں اور ہر فرد کا کردار متاثر کرتا ہے۔ ہماری بدنصیبی یہ ہے کہ ہم نے ملک حاصل کیا تھا اسلام کے نام پر تقسیم کا اور مسلمانوں کے اجتماع کا بنیادی سبب یہ بنا تھا مسلم لیگ کے پلیٹ فارم پر وہ تھا پاکستان کا مطلب کیا لا الہ الا اللہ کسی سیاسی نعرے پہ لوگ جمع نہیں ہوئے نعرہ یہ لگا کہ ایک ایسی سرزمین ہوگی جس پر اللہ کے دین کا نفاذ ہوگا۔ اور مسلمان آزادانہ اپنے دین پر عمل کریں گے زندگی بسر کریں گے اور اس کے لئے بے شمار لوگوں نے بڑی قربانیاں دیں بے پناہ غریب لوگ جنہیں سوائے اللہ کے کوئی جانتا نہیں ایسے لوگ گھر کے تین چار فرد تھے مزدوری کے لئے ایک آدھ بیل، دو چار گائیں، دو چار مرغیاں ان کی کائنات تھی۔ کچے جھونپڑے تھے وہ بھی اس راستے پر نکل کھڑے ہوئے۔ بیٹیاں سکھوں نے ہندوؤں نے اٹھالیں بوڑھے اور بوڑھیاں مارے گئے جوان قتل ہوگئے راستے میں شہید ہوگئے اور اتنے زیادہ ہوئے کہ تقسیم ملک کے وقت ایسا سماں تھا کہ گدھوں نے بھی انسانی گوشت کھانا چھوڑ دیا تھا کتنی لاشیں رستوں پر پڑی ہوتی تھیں اور گدھ درختوں پر پیٹ بھر کے بیٹھے ہوتے تھے۔ تو یہ سارے لوگ اسی راہ میں شہید ہوگئے، مارے گئے، لاکھوں لوگ مارے گئے، ہزاروں نوجوان عورتیں سکھوں ہندوؤں کے گھروں میں رہ گئیں ملک تقسیم ہوگیا۔ اب حق یہ تھا کہ یہاں واقعی اسلامی نظام نافذ کیا جاتا۔ انگریز نے جب برصغیر پر قبضہ کیا تھا اس نے برصغیر کو فتح کیا تھا۔ یہ الگ بحث ہے کہ اسنے چالاکی سے فتح کیا یا دھوکے سے فتح کیا اس نے ہمت سے فتح کیا یا بہادری سے فتح

کیا یہ الگ بحث ہے لیکن اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ اس نے بنگال سے لے کر طورخم تک فتح کر لیا تھا اور پورا برصغیر اسکے قبضے میں تھا۔ انگریز سے پہلے برصغیر پر سات آٹھ سو سال مسلمانوں کی حکومت تھی اور برصغیر کے ضابطے اسلامی تھے مسلمانوں کے بنائے ہوئے تھے درمیان میں کچھ بادشاہ ایسے بھی آئے جو دیندار نہیں تھے جن کا مزاج دینی نہیں تھا انہوں نے کچھ بے دینی پھیلانے کی کوشش کی اللہ کے بندوں نے روکا اور پھر بات سیدھے راستے پہ چل نکلی تعلیمی نظام ایسا تھا کہ فقیر سے لے کر بادشاہ تک کے بچے ایک یونیورسٹی میں پڑھتے تھے ہر ایک کو مواقع حاصل تھے روزگار کے مواقع اسی طرح تھے بلکہ جب انگریز نے قبضہ کیا تو ان کو ایک اہم رکن نے پارلیمنٹ میں جو بیان دیا وہ مسلمانوں کے احوال واقعی کی خبر دیتا ہے اور اسکی نقل میرے پاس یہاں موجود ہے حالانکہ مسلمانوں کی حکومت کمزور بھی ہوگئی تھی مگر بعد میں سکھا شاہی پنجاب پر قابض رہی اس کے باوجود وہ کہتا ہے کہ میں برصغیر کے مشرق سے مغرب تک اور شمال سے جنوب تک پھرا ہوں I have seen no thief no begger کہ پورے برصغیر میں مجھے کوئی چور نہیں ملا کوئی گداگر نہیں ملا۔ اور پورے برصغیر کے بارے میں وہ کہتا ہے کہ کوئی چور اس نے نہیں دیکھا۔ اس نظام کے طفیل ملک اتنا خوشحال تھا کہ پورے برصغیر میں کوئی گداگر نہیں تھا۔ آگے وہ تجویز دیتا ہے کہ اس قدر خوشحال لوگ اس قدر خوشحال قوم کو غلام رکھنا آسان نہیں ہے لہٰذا ان کی ریڑھ کی ہڈی کو توڑا جائے اور ان کی ریڑھ کی ہڈی، ان کا نظام تعلیم ہے۔ ہم ایسا نظام تعلیم رائج کریں جو انہیں اپنے بزرگوں پر فخر کرنے کی بجائے ہمارے جو قومی

ہیروز ہیں ان پر فخر کرنا سکھائے ۔وہ خود کو کم تر سمجھیں اور ہمیں برتر سمجھیں۔ چنانچہ انہوں نے تبدیلیاں کیں انہوں نے اپنا ایک نظام بنایا وہ نظام غلامانہ تھا جسے کہتے ہیں کہ لوگ غلام تھے، انگریز حکمران تھے۔ یا زیادہ مہذب کہہ کر کہیں تو اسے Colonial System کہہ دیتے ہیں مگر اب یہ لفظ بھی بدنام ہو چکا ہے اس Colonial System یا اسے Slavery System یا غلامانہ نظام کی خصوصیت یہ ہوتی ہے کہ کام تو سارے لوگ کرتے ہیں دن رات کرتے ہیں لیکن انہیں زندہ رہنے کے لئے صرف کھانا نصیب ہوتا ہے باقی جو کچھ وہ کماتے ہیں وہ مالک کی تجوری میں چلا جاتا ہے۔یعنی محنت برصغیر کے لوگ کرتے تھے اور اس کی ساری آمدنی، اس کا منافع سارا تاجِ برطانیہ کو جاتا تھا۔ یہ اس Slavery System کی خصوصیت تھی جس کیخلاف یہ تحریک چلی جس کے خلاف کہا گیا کہ انگریز جائے ملک آزاد ہو۔میری ذاتی رائے میں تو میں یہ سمجھتا ہوں کہ ہٹلر کو ساری دنیا نے بلکہ انگریز نے خود ہوا بنا دیا تھا افسانے گھڑ گھڑ کر اسے برا کہتے تھے لیکن جو انگریزوں کی کالونیاں ختم ہوئیں اس کا Credit ہٹلر کو جاتا ہے اس نے انہیں اتنا مارا اور مار مار کر انکا بھرکس نکال دیا۔ کہ یہ کالونیاں قائم رکھنے کے قابل ہی نہیں رہے تھے بہر حال جو بھی ہوا ملک آزاد ہو گیا انگریز چلے گئے لیکن کیا ہم آزاد ہوئے؟ ہمارے ساتھ بھارت آزاد ہوا تھا وہاں آزادی کی ایک جھلک نظر آتی ہے جتنی جاگیریں انگریزوں نے دی تھیں یا جو لوگوں کے آباؤ اجداد کی ریاستیں تھیں اور انگریز نے وہ ریاستیں بحال رکھی تھیں انہوں نے وہ ساری ختم کر دیں اور زمینیں عام آدمیوں میں تقسیم کر دیں اسی طرح قوانین میں انہوں نے اپنے مزاج کے مطابق تبدیلی کی نظامِ تعلیم انہوں نے اپنی پسند کا ڈھالا اردو نکال کر اس میں اپنی مذہبی زبان داخل کر دی اسے اپنے طریقے سے پڑھاتے ہیں ۔ آج بھی ان کے کتنے Channels ہیں جو رات دن صرف ہندو مذہب کا پرچار کرتے ہیں۔ان چینلوں پر کوئی دوسرا پروگرام نہیں آتا۔ ہندوؤں کی کوئی فلم کوئی ڈرامہ آپ دیکھیں، کسی نہ کسی موڑ پہ گھما پھرا کر وہ ناظرین کو مندر میں اور بت کے پاس لے جائیں گے۔یعنی انہوں نے ہر انداز سے اپنا مذہب اور اپنی ہندوئیت اس میں قائم رکھی ہے اور پھر اس میں بیشمار ڈرامے دیکھیں جو تاریخ میں ڈاکو اور لٹیرے تھے ان کو ہیرو بنا کر انہوں نے ڈرامے بنائے ہوئے ہیں ان کو ہیرو بنا کر ان کی فلمیں بنائی ہیں ہمارے ہاں آپ دیکھیں اپنا ٹیلی ویژن دیکھیں اور اقوال زریں آتے ہیں لیکن مغرب کے بڑے بڑے لوگوں کے ہیں۔ مہینے میں ایک آدھ بار میں نے دیکھا کہ شاید کوئی ایک حدیث آ جائے یا کبھی کبھار حضرت علیؓ کا کوئی قول آ جائے یا کبھی کبھار کسی عظیم مسلمان سکالر یا ولی اللہ کا قول۔ اکثر آپ دیکھتے ہیں کہ مغرب کے جو ہیروز ہیں اور انہیں کے جو بڑے ہیں ان کے اقوال آپ کا قومی ٹی وی اب بھی دیکھا تا ہے ایک بات یاد رکھیں کہ کسی بھی قوم کے جو ہیروز ہوتے ہیں وہ اس کی مخالف قوم کے بدترین دشمن ہوتے ہیں یہود اور نصاریٰ کے ہیروز مسلمانوں کے بدترین دشمن ہیں یہ انہیں کو Promote بھی کرتے ہیں کیونکہ ہماری غلامی ابھی نکلی نہیں۔ ہوا یہ کہ ہندوؤں نے جتنا کچھ تبدیل کر لیا ہے ہم اتنا کچھ بھی

نہیں کر سکے۔ ہم بالکل آج بھی اسی غلامی کے قانون، نظام اور اسی System پر قائم ہیں صرف یہ ہوا کہ مالک بدل گئے انگریز چلا گیا اور اس کی جگہ مقامی لوگ آ گئے اور وہ غلامی بدستور برقرار رہی۔ غلاموں کے ساتھ جو سلوک ہوتا ہے وہ اسی طرح ہوتا ہے کہ انہیں جو کچھ ملتا ہے وہ کسی آرام وسکون کے لئے نہیں بلکہ صرف زندہ رہنے کے لئے ملتا ہے ان کا کھانا لذیذ نہیں ہوتا ایسا ہوتا ہے جو انہیں موت سے بچا سکے۔ اس سے زیادہ کی وہ تمنا نہیں کرتے۔ ان کا لباس ایسا نہیں ہوتا کہ بڑا شاہانہ ہو بلکہ ایسا ہوتا ہے جو انہیں صرف سردی گرمی سے بچا سکے۔ اور آپ آج دیکھ لیں ہمارے ساتھ جو سلوک ہوتا ہے مثلاً ایک وزیر صاحب نے فرمایا چینی ویسے بھی مضر صحت ہے آپ نہ استعمال کریں۔ یہ وہ رویہ ہے جو غلاموں سے رکھا جاتا ہے آج بھی کسی بڑے نے گزرنا ہو تو غلاموں کو سڑکوں سے ہٹا دیا جاتا ہے دنیا میں کسی ملک میں آزاد ملک میں اس طرح نہیں ہوتا۔ آج بھی وہی بگھی استعمال ہوتی ہے جو انگریز وائسرائے یا گورنر کرتا تھا اور اسی طرح آگے پیچھے گھوڑے اور وہی شان آج بھی گورنر کی ہوتی ہے جو انگریز گورنر کی ہوتی تھی اور معیشت سے لے کر سیاست تک وہی نظام چلا آ رہا ہے بلکہ بدتر ہو چکا ہے انگریزوں کے دور میں غلاموں کے لئے تھا لیکن آج سے بہتر تھا اسمیں کچھ معلومات تھیں ہم نے گذشتہ 62 برسوں میں نظام میں سے دین خارج کر کے بے حیائی داخل کی ہے اس سے بدتر کیا ہے اسی طرح زندگی کے پورے نظام جو ہیں حتیٰ کہ عدالتیں سزائے موت دیتی ہیں اب ایک بندہ جان سے گیا اسے آپ نے پھانسی پہ لٹکا دیا، اس سے تو سچ بولو، میں نے یہ ججز سے، ہائی کورٹ کے ججز سے، چیف جسٹس سے بھی یہی سوال کیا ہے، پوچھا کہ آپ کیوں جھوٹ بولتے ہیں فرمانے لگے کہ کون سا جھوٹ بولتے ہیں میں نے کہا کہ آپ کہتے ہیں کہ اسے زیر دفعہ 302 تعزیرات پاکستان 1883 کے مطابق سزا دی جاتی ہے بتائے 1883 میں پاکستان کیسے بن گیا پاکستان تو 1947 کو بنا تو آپ نے اسی کو تعزیرات پاکستان کہہ دیا۔ جھوٹ بول کر ایک بندے کو پھانسی پہ لٹکا دیا تو سوائے اس کے کچھ نہیں کہتے تھے کہ یہ سوال تو کبھی کسی نے نہیں کیا۔ اب یہ جواب تو نہیں ہے کہ قانون 1883 میں بنا تھا اسے آپ تعزیرات پاکستان کیسے کہتے ہیں؟ پورے نظام میں آج تک اسلام نافذ کرنا تو اللہ کا کرم اور ایک بہترین بات تھی، لیکن دنیا کے سارے ملکوں میں، یورپ میں، برطانیہ میں، امریکہ میں، کینیڈا میں دیکھئے وہاں اسلام نافذ نہیں ہے لیکن ان کے لئے ان کی آزادانہ نظام ہیں جو ان کے خیال کے مطابق صحیح ہیں وہاں وزیر بھی پھرتے ہیں اور عام آدمی بھی ایک جیسے ایک لائن میں پھرتے ہیں ان کے لئے کوئی کرّ وفرّ نہیں ہے۔ کہیں پولیس سیٹیاں نہیں بجاتی۔ کچھ بھی نہیں ہوتا بلکہ عام آدمی کی طرح ہر کوئی رہتا ہے، ہر کوئی آزاد ہے، ہر کسی کو کام کرنے کا موقع ملتا ہے، ہر بندہ محنت کرتا ہے اور رات دن کرتا ہے، ہر بندے کے بچے تعلیم حاصل کرتے ہیں، ہر بیمار کو علاج ملتا ہے، بیروزگار کو بیروزگاری الاؤنس ملتا ہے، ہر بندے کا یہ حق ہے، حکومت کے وسائل پر اور حکومت سب کا خیال رکھتی ہے۔ وہ پچھلے دنوں ایک یورپین ملک کا وزیر اعظم قتل ہو گیا تھا۔ عام آدمیوں کی طرح سینما دیکھ کر باہر نکلا تو کسی نے گولی مار دی تو بڑا شور ہوا تو پھر

جو نیا وزیر اعظم بنا اس نے کہا کہ مجھے سکیورٹی دی جائے میرے تحفظ کے لئے پولیس لگائی جائے۔ انہوں نے کہا بھئی اتنا ہی تحفظ مل سکتا ہے جتنا ایک عام آدمی کو ملتا ہے۔ ایک پولیس مین ہوگا جو تمہارے گھر کے باہر کھڑا رہے گا وہ بھی اس لئے کہ کوئی تم سے ملاقات کو آئے تو بتا دے کہ راستہ ادھر ہے اور اس سے زیادہ نہیں اگر تم ڈرتے ہو تو وزارت چھوڑ دو کوئی اور بن جائے گا لیکن تحفظ اتنا ہی ملے گا جتنا عام شہری کو مل سکتا ہے اور ہمارے ہاں دیکھ لیں عام شہری مرتے رہیں ساری فورسز وزیروں، امیروں کے گرد گھومتی ہیں اور جمگھٹے لگے ہوتے ہیں وہی غلامانہ نظام ہے اور اس پہ تماشا یہ ہے کہ ہر بندے کو یہ کہا جاتا ہے کہ جشن آزادی مناؤ کہ تم آزاد ہو۔ عملاً پوری قوم غلام ہے اسے آزادی کا جھانسا دیا جاتا ہے جب اسے آزاد کہا جاتا ہے تو ان کی آرزوئیں، تمنائیں وہ ہوتی ہیں جو آزاد آدمی کی ہوتی ہیں پھر وہ مطالبہ کرتے ہیں میرے بچوں کی تعلیم کا کیا ہوگا آپ لوگ موج کر رہیں مجھے کھانے کو غلہ نہیں مل رہا، میرا کیا ہوگا میرے بیٹے کو روزگار نہیں مل رہا۔ انہیں، یہ سچ بولیں اور کہیں کہ تم غلام ہو تمہارا کوئی حق نہیں۔ غلام کا کوئی حق نہیں ہوتا کہ وہ تنخواہ لے، غلام کا کوئی حق نہیں ہوتا اسے جو مل جائے کھائے، پیئے، زندگی بسر کرے۔ تو تمہارے حکمرانوں کو چاہئے کہ قوم کو بتائیں کہ تم غلام ہو اور تمہارا کوئی حق نہیں مطالبے کرنا agitation کرنا، بات منوانا، یہ تمہیں اس کا کوئی حق نہیں آرام سے رہو اور اگر ملک آزاد ہے تو پھر یہ غلامانہ نظام بدلیں اور اپنا آزادنہ نظام بنائیں اگر انہیں اسلام سے اتنا ہی خطرہ ہے تو اسلام نہ لائیں لیکن ملک کا آزاد نظام تو بنائیں، چلو اسلام جس کو اللہ توفیق دے گا وہ عمل کرتا رہے گا لیکن یہ نظام ایسا تو ہو جو آزاد قوم کا ہو، جو دنیا میں آزاد قوموں کے نظام ہیں اور ہر جگہ ہیں، تو اصل جھگڑا یہ ہے کہ پوری قوم غلام ہے، نظام غلامانہ ہے، انہیں کہا جاتا ہے کہ تم آزاد ہو ان کی تمنائیں وہ ہیں جو آزاد آدمی کی ہوتی ہیں حکمران کوشش کرتے ہیں کہ یہ اسی غلامی میں جکڑے رہیں یہ سارا فساد یہاں سے اٹھ رہا ہے اور اب تو انتہا ہو گئی ہے، حد ہو گئی ہے، کہ انتہائی حساس، انتہائی Sensitive، انتہائی اہم ادارہ وزیر اعظم ہاؤس اور پریذیڈنٹ ہاؤس سے اہم ادارہ جو کسی بھی ملک کا قوم کا ہوتا ہے وہ اس کا فوجی مرکز اور ہیڈ کوارٹر ہوتا ہے اگر اس پر بھی دہشت گردی ہو رہی ہے تو پھر عام آدمی کا تحفظ کہاں ہوگا؟ اور کس کے حقوق کا تحفظ ہوگا؟ اور کیسے ہوگا؟ یعنی کتنی افسوسناک صورتحال ہے اور کیا یہ لوگ پاگل ہو گئے ہیں ان کا دماغ خراب ہو گیا ہے کہ یہ کلمہ بھی پڑھتے ہیں مسلمان بھی کہلاتے ہیں اور پھر اپنے ملک، اپنی قوم، اپنے وطن کے خلاف اس طرح کی سازشیں کرتے ہیں اور اپنے لوگوں کو اس طرح اپنے اعلیٰ افسروں کو بلاوجہ گولی مار کر شہید کر دیا۔ انہیں کیا حاصل ہوا؟ صرف یہ نعرہ ہمارے وزراء کرام کا اور وزیر داخلہ کا کہ ہم یہ کر دیں گے اور ہم وہ کر دیں گے ہم جڑ سے اکھاڑ دیں گے ہم سب کو مار دیں گے اس طرح بڑھکیں مارنے سے تو کچھ نہیں ہوگا دو مارے جائیں گے چار اور آ جائیں گے چار مارے جائیں گے دس اور آ جائیں گے یہ تو چلتا رہے گا یہ بندے مارنے سے نہیں ہوگا جب تک اس کی بنیادی وجہ ختم نہیں کی جائے گی آخر کیوں؟ ایسا کرتے ہیں اسی قوم کے افراد ہیں اسی ملک کے شہری ہیں تو وہ ملک اور قوم کے اداروں کے خلاف کیوں لڑ رہے ہیں کوئی

یہ سوچنے کو تیار نہیں۔ اس پہ کسی کو خیال ہے کہ ایسا کیوں ہو رہا ہے؟ اب اس کا یہ علاج نہیں کہ ہم مار دیں گے کتنے بندے مار دو گے یار؟ مخلوق مارنے سے تو نہیں ختم ہوتی اللہ کی مخلوق ہے کس کس کو مارو گے؟ سوچنے کی بات یہ ہے کہ ایسا ہو کیوں رہا ہے؟ شاید وہ نمازیں بھی پڑھتے ہوں، ممکن ہے اکثر نے داڑھیاں بھی رکھی ہوں، کلمہ بھی پڑھتے ہیں، تسبیح بھی کرتے ہیں، تسبیح بھی ہاتھ میں ہے، بندوق بھی ہاتھ میں ہے، بے گناہوں کو مار رہے ہیں، پھر قومی اداروں کا وقار مجروح کر رہے ہیں، سوچیے! قومی وقار کو کتنا دھچکا لگا کہ ان کا GHQ تک محفوظ نہیں ہے۔ قوم کی ایک عزت ایک آبرو ہوتی ہے، تو یہ کیوں ہو رہا۔ مجھے پتہ نہیں سرکاری دانشور کیا سوچتے ہیں لیکن میری سوچ یہ ہے کہ لوگوں کو غلامی پہ مجبور کیا جا رہا ہے اور آزادی کا چارہ بھی ڈالا جا رہا ہے کہ زبانی زبانی نعرے لگوائے جا رہے ہیں کہ تم آزاد ہو عملاً لوگ غلام ہیں ان کے ساتھ تو سلوک غلامانہ ہو رہا ہے۔ اب وہ برداشت نہیں کر رہے اس رویے کو 62 سال ہو گئے ہیں۔ میرا خیال ہے کہ لوگ تنگ آ کر بغاوت پر اُتر آئے ہیں ہمارے حکمرانوں کو کیا حق ہے ہمیں غلام بنا کر رکھنے کا انہوں نے تو اس ملک کو فتح نہیں کیا ان کے پاس تو یہ حق نہیں ہے اسمبلیوں والے قانون بنانے کے بجائے گلیوں میں نالیاں بناتے پھرتے ہیں انہیں لوگوں سے ووٹ ملتے ہیں انہیں یا voot ہوتے ہیں کہ اسمبلیوں میں بیٹھ کر قانون سازی کریں گے۔ قانون سازی انہوں نے کیا کرنی ہے وہ تو گلیوں میں نالیاں بناتے پھرتے ہیں اور گلیاں پختہ کرتے پھرتے ہیں۔ تو میں نے تو اگلے دن بھی کہا تھا کہ انہیں بجائے اسمبلیوں میں بٹھانے کے ان محکموں میں بھرتی کردو جو PWD کے ہیں تاکہ یہ کام تو کرتے رہیں، تو یہ دانشور اور قوم کے نمائندے جو اتنے فخر سے کہتے ہیں کہ ہم قوم کی آواز ہیں اور ان کے نمائندے ہیں اور Elected ہیں تو یہ نہیں سوچتے کہ وہ تو عوام کے ووٹوں سے Elect ہو کر حکمران بن گئے ہیں اور ووٹ دینے والے غلام رہ گئے اس کا کوئی حل نکالو۔ اپنا نظام بناؤ جس میں ہر بندے کو آزادی حاصل ہو۔ ہر بندے کو حقوق حاصل ہوں۔ زندہ رہنے کے تعلیم کے، علاج معالجے کے، روزگار کے، اسے سارے مواقع برابر سطح پر دو، اور یہ کہ سرکاری کرّ وفرّ چھوڑ دو۔ عام آدمی کی طرح رہو۔ وزیروں کی فوج ظفر موج ہے اربوں روپے اس پر خرچ ہو رہے ہیں اور کہتے ہیں کہ جی اگر قرضہ نہ ملا تو ملک 10 دن نہیں چل سکتا۔ تو اگر 10 دن نہیں چل سکتا تو ہزاروں وزیر رکھنے کی کیا ضرورت ہے؟ امریکہ جیسے ملک کے پاس 7 وزیر ہیں تو ہمارے 70 وزیر ہیں اور 70 مرکز ہیں۔ 70,70 صوبوں میں بیٹھے ہیں۔ تو یہ اتنے لشکر کیوں پال رکھے ہیں کہ یہ کب تک چلے گا؟ جتنی مزدوری عوام کرتے ہیں اس محنت کا پھل امیروں، وزیروں، مشیروں کے پاس جاتا ہے۔ اوپر والے عیش کر رہے ہیں، نیچے والے بھوکے مر رہے ہیں، لڑیں گے نہیں تو کیا کریں گے؟ میری بات یاد رکھیں قوم کا آپس میں لڑنا عذابِ الٰہی ہے، ہم اس عذاب الٰہی کا شکار ہو چکے ہیں، اگر کوئی بندوق اٹھاتا ہے تو وہ بہت ظلم کرتا ہے لیکن جو اسے بندوق اٹھانے پہ مجبور کر رہا ہے وہ بھی کم ظالم نہیں ہیں۔ جب کسی کے پاس کوئی اور راستہ نہیں ہوتا تو وہ خودکشی کا راستہ چُن لیتا ہے، وہ یہ کیوں نہیں سوچتے کہ انہوں نے باقی راستے کیوں بند کر دیئے ہیں؟ اور قرآن کریم کا تو یہ فیصلہ ہے کہ جو حرام کھائے گا یا غیر طیب کھائے گا وہ عمل صالح نہیں کر سکے گا اور جب عمل غیر صالح ہوں گے تو قوم دھڑوں میں تقسیم ہو جائے گی۔ ہر کوئی اپنے آپ کو حق پر سمجھے گا اور دوسرے کو واجب القتل سمجھے گا تو کیا اس آیۂ کریمہ نے ہمارے آج کے حالات کی منظر کشی نہیں کر دی۔ میں تو تلاش کر کے نہیں لایا تھا۔ میں نے تو ایسے ہی قرآن کریم کھولا اور وہی آ گئی۔ آیۂ کریمہ اور اس نے کیا آج کے پورے

منظر کی منظر کشی نہیں کر دی؟ آج ہم اسی کا شکار ہیں تو اللہ ہمارے حکمرانوں کو توفیق دے اور ہدایت دے اور انہیں یہ سوچنے کی توفیق دے کہ وہ اپنے رویہ پہ غور کریں اور اسے تبدیل کریں اور ہمیں بھی اللہ توفیق دے، ہدایت دے کہ ہم صبر کا دامن تھامیں اور قتل و غارت گری میں نہ ملوث ہوں مسلمان کا قتل معمولی بات نہیں ہے بہت بڑا ظلم ہے اور زندگی کی کوئی رمق ہے یا نہیں؟ کچھ لمحے ہیں یا نہیں اللہ کی بارگاہ میں جانا ہے اور وہاں جواب دینا ہے اور بہت بڑی ذمہ داری ہے کسی کی زندگی لینا آسان بات نہیں ہے زندگی وہی لے سکتا ہے جس نے زندگی دی ہے۔ جو زندگی دے نہیں سکتا اسے لینے کا بھی حق نہیں تو دعا کی جاسکتی ہے اور ایک یہ تاکید کی جاسکتی ہے۔ میرے بھائیو! کم ازکم اپنے کردار کو ایسا بناؤ کہ اس عذاب کا سبب نہ بنے، بلکہ اس آگ کو بجھانے کا سبب بنے۔ اپنے ذرائع پاکیزہ اور حلال رکھو، جائز رکھو، تھوڑا کھاؤ، حلال کھاؤ، زندگی سوکھی روٹی پہ بھی گزر جاتی ہے۔ بشرطیکہ وہ حلال ہو اور بے شمار نعمتیں کھالو تو چند لمحے بعد غلاظت ہی بن جاتی ہے۔ تو پھر حرام کھانے سے کے حاصل؟ یہ کھانے میں لذت نہیں ہوتی لذت ہوتی ہے زندگی میں اگر زندگی اللہ کی رضا کیلئے ہو تو۔ ہر لمحے میں ایک نئی لذت ہوتی ہے، ہر بات میں، اللہ کا نام لینے میں ایک نئی لذت ہوتی ہے ہر رکوع، ہر سجدے میں، ہر سانس میں ایک نیا لطف ہوتا ہے زندگی پُر لطف بنتی ہے، اللہ کے سامنے اللہ، اللہ کی یاد میں، زندگی کھانوں سے لذیذ نہیں ہوتی، حلال کھائیں، سچ بولیں، دیانتداری سے رہیں، اور دعا کریں کہ اللہ اس پوری قوم کو ہدایت نصیب فرمائے اور اس مصیبت سے۔ یہ عذاب الٰہی ہے۔ اللہ اس عذاب سے ہمیں نجات دے اور ہمارے حکمران طبقے کو خدا یہ سوچنے کی توفیق عطا کرے کہ انہوں نے ملک فتح نہیں کیا۔ اس کا نظام درست کریں ہر بندے کو جینے کا حق دیں تو انشاء اللہ یہ آپس کی خانہ جنگی ختم ہوسکتی ہے۔ ورنہ یہ آگ بڑھتی جائے گی یہ جس طرح بڑھکیں مار رہے ہیں اس سے نہیں بجھے گی ﴿كُلُّ حِزْبٍ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُونَ﴾ آپ ٹی وی پر بڑھک لگا لیتے ہیں وہ پہاڑ پہ کھڑے ہو کر نعرے لگا لیتے ہیں ہر کوئی اپنی اپنی جگہ ڈٹا ہوا ہے، اور ان بڑھکوں سے مزید نقصان ہی ہوگا کوئی فائدہ نہیں ہوگا اسے ٹھنڈے دل سے سوچنا چاہئے اور کم ازکم اب پون صدی ہوگئی اب تو یہ غلامانہ نظام لوگوں کے گلے سے یہ طوق اور یہ زنجیریں اتار دی جائیں اور انہیں آزاد قوم اور آزاد شہری کی طرح جو حقوق انہیں اسلام دیتا ہے، دیئے جائیں۔ اللہ کریم یہ شعور اور یہ توفیق عطا کرے۔

و آخر دعوانا ان الحمد لله رب العلمين۔ الحمد لله رب العلمين والصلوٰة والسلام علی حبیبه محمد و آله و صحبه اجمعين۔ اللهم لا تقتلنا بغضبك ولا تهلكنا بعذابك واعف عناقبل ذالك اللهم لاتسلط علينا من لا يرحمنا! انت ولينا في سفرنا وحضرنا في مالنا واهلنا انت ولينا في الدنيا والاخرة توفنا مسلمين الحقنا بالصلحين۔ اللهم سهلنا امور نا كلهافي ديننا و دنيانا رب يسر، رب يسر، رب يسر والا تعسر و اتمم بالخير

اللہ کریم ہمیں ہدایت نصیب فرما اور ہدایت پر استقامت نصیب فرما ہمارے گناہوں سے درگزر فرما۔ نیکی کی توفیق عطا فرما۔ یا اللہ! اس ملک کی حفاظت فرما اور اس کے حکمرانوں کو ہوش و خرد عطا فرما۔ حق و انصاف کو رواج دیں اللہ کریم اسے ہمیشہ قائم رکھ اور اس پر اپنی رحمت فرما۔ ہمیں بخش دے ہمارے والدین، ہماری اولادوں، ہمارے اساتذہ، ہمارے دوستوں کو بخش دے۔ یا اللہ مریضوں کو شفا عطا فرمادے۔ قرض داروں کو خلاصی نصیب فرما۔ اپنی ذات کا محتاج رکھ اپنے علاوہ کسی کا محتاج نہ کر۔ رب کریم رحمت کی بارش نازل فرما۔

میاں بیوی کی بہترین پناہ! دین

امیر محمد اکرم اعوان دارالعرفان چکوال 09-7-19 سالانہ اجتماع

اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم O

بسم اللہ الرحمن الرحیم

وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْٓا اِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّرَحْمَةً (الروم آیت 21)

اسی کی نشانیوں میں سے ہے کہ اس نے تمہارے لئے تمہاری ہی جنس سے جوڑے بنائے تاکہ تم ان سے سکون پاؤ اور تم میاں بیوی میں ہمدردی ومحبت پیدا کردی۔

اللہ کریم کی بے شمار مخلوق ہے جیسے فرشتے ہیں، پھر زمینی مخلوق میں جانور ہیں، ہوا، آگ، پانی، سمندر، پہاڑ، بادل ہر ایک کو اللہ نے مختلف خصوصیات سے نوازا ہے ہر ایک کی فطرت میں اس کے کام کی صلاحیت اور طریقہ سمو دیا ہے اور ہر مخلوق اپنی فطرت کے مطابق اپنا کام کرتی رہتی ہے ان سب میں اشرف المخلوقات صرف انسان ہے جو سب سے اعلیٰ ہے انسان ایسی خوبصورت تخلیق ہے کہ اسے اختیار سے نوازا گیا ہے باقی مخلوق بے اختیار ہے انسان کے بعد جنات ہیں جنہیں اختیار تو ہے لیکن انسان جیسی معرفتِ الٰہی کی عظمت ان کے پاس نہیں ہے کہنا ماننے کے وہ بھی مکلّف ہیں لیکن چونکہ ان کے پاس معرفت الٰہی کا وہ معیار نہیں اس لئے سورہ جن میں ہے کہ وہ جب نیکی کریں گے اللہ کی اطاعت کریں گے تو وہ عذاب سے بچ جائیں گے لیکن معدوم ہو جائیں گے نافرمانی کریں گے تو عذاب میں مبتلا ہوں گے یعنی جن جنات کی نجات ہوگی وہ فنا ہو جائیں گے اور جن کو عذاب ہوگا ہو عذاب کے پورا ہو جانے کے بعد فنا ہو جائیں گے ان کو دوام نہیں ہے انسان واحد مخلوق ہے جو روح رکھتی ہے اور روح عالم امر سے ہے امر اللہ کی صفت ہے اور صفاتِ باری کو فنا نہیں وجود اور جسم مادی ہے عالم خلق میں سے ہے اور خلق میں فنا ہے وَلَهُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ عالم خلق بھی اسی کا ہے اور امر بھی اسی کا ہے امر میں فنا نہیں جب روح اور بدن اکھٹے ہو گئے تو روح کی وساطت سے بدن کو بھی فنا نہیں ہوگی اگر اللہ اسے نجات دے گا تو وہ ہمیشہ جنت میں رہے گا اور کفر کیا تو ہمیشہ جہنم میں رہنا ہوگا۔ جس زندگی سے اتنے عظیم نتائج نکلنے تھے اس زندگی کی ابتداء اللہ کریم نے اسطرح فرمائی کی ایک ہستی تخلیق فرمائی اور اس کے وجود سے ایک حصہ الگ کر کے اس کا جوڑا بنایا پھر اس سے آگے مخلوق توالد و تناسل کے ذریعے پھیلی لیکن ساری انسانیت ایک وجود سے پھیلی یہی وجہ ہے کہ انسان مدنی الطبع ہے مل جل کر رہنے والا ہے شہر بساتا ہے آبادیاں بناتا ہے، الگ تھلگ رہنا پسند نہیں کرتا، مزاج انسانی بنایا ہی ایسا گیا ہے اگر انسان بھی درختوں پودوں یا جانوروں کی طرح پیدا ہوتے تو انسانی خصوصیات نہ ہوتیں جانور اور پرندے وقتی طور پر خاص موسم میں ملتے ہیں پھر الگ ہو جاتے ہیں ان کا بچہ جب چگنے، اڑنے کے قابل ہو تو وہ اسے الگ کر دیتے ہیں ان میں ایک دوسرے کا درد بانٹنے کی صلاحیت نہیں ہوتی کسی جانور کو ایک

درندہ پھاڑ کر کھا رہا ہو اور جانوروں کا ریوڑ کھڑا رہتا ہے کوئی بھی اس کی طرف توجہ نہیں کرتا لیکن انسان میں یہ انسیت اللہ کریم نے پیدا فرمادی ہے اور باہمی محبت رکھی ہے بقائے نسلِ انسانی کے لئے اللہ کریم نے انسانوں کے جوڑے بنادیئے ہیں اور ان میں باہمی محبت اور ہمدردی پیدا کردی ہے۔ عورت کی تخلیق اس کی ذمہ داریوں کے مطابق کی گئی ہے اور مرد کو اس کی ذمہ داریوں کے مطابق سخت اور مضبوط اور نگران بنایا گیا ہے ورنہ انسان ہونے میں دونوں برابر ہیں انسانی عزت واحترام میں برابری ہے ذمہ داریاں دونوں کی مختلف ہیں لہٰذا جسمانی بناوٹ بھی ویسی بنائی گئی ہے مرد کی ذمہ داری ہے کہ وہ محنت ومشقت کرکے ملازمت، کاروبار، یا مزدوری کرکے روزی کما کر لائے گھر کی حفاظت سے لے کر ملک کی حفاظت تک دفاع کی ذمہ داری مرد پہ ہے گھر کو آرام دہ بنانا مرد کی کمائی کا درست مصرف کرنا بچوں کی جسمانی صحت اور نیک تربیت کرنا خاوند کے لئے گھر کو سکون کی جگہ بنانا انسانیت کو بہتر انسان اور معاشرے کو بہتر افراد مہیا کرنا یہ فریضہ خاتون کا ہے اور دیکھا جائے تو یہ نہایت نازک اور حساس کام ہے۔ یہ ایسے ہی ہے جیسے باغ لگانے کے لئے مشقت کرنا پودے، بیج ڈالنا اس کی حفاظت کے لئے باڑ لگانا پانی کھینچ کر لانا یہ سخت کام ہیں اور باغ کی دیکھ بھال کرنا کیڑے مکوڑوں سے بچانا وقت پر پانی دینا کھاد ڈالنا یہ نازک کام ہیں یعنی محنت اور سختی کا کام مرد کے ذمے لگایا گیا ہے کہ مرد کا وجود ایسا ہے کہ مشقت اور سختی برداشت کرسکتا ہے اس لئے اس کے مزاج میں سختی ہے اس کی گفتگو میں بھی سختی ہوتی ہے۔ عورت کو مشقت کرنے کے لئے وجود نہیں دیا گیا اسے تربیت کرنے کے لئے دیا گیا ہے اس کی باتوں میں رحمت، محبت وشفقت، پیار، نرمی، برداشت ہوتی ہے لہٰذا نازک ہوتی ہے اور محبت کا کام خاتون کے ذمے کردیا ہے اور جو محنت اور مشقت طلب کام ہیں وہ مرد کے حصے آیا۔ یوں نسل انسانی کی بقاء کا راستہ ہموار ہوا۔ اگر میاں بیوی دونوں ایک دوسرے سے تعاون نہ کریں، باہر سے محنت کرکے پانی لانے والا پانی لے آئے لیکن پودوں کو پانی دینے والا سویا رہے نہ وقت پر پانی دے نہ کھاد ڈالے نہ کیڑے مکوڑوں سے بچائے باغ کی پرواہ ہی نہ کرے تو باغ ضائع ہوجائے گا اور اگر باہر سے محنت کرنے والا اپنے حصے کا کام ہی نہ کرے تب بھی بات نہیں بنے گی تو دونوں میں اتفاق واتحاد بنانے کے لئے ایک دوسرے کا احساس کرنے کے لئے فرمایا **وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَوَدَّةً وَرَحْمَةً**○ دونوں میں محبت پیدا کردی۔ محبت کا بھی ہر لفظ کی طرح ایک معنی قریب ہوتا ہے ایک معنی بعید ہوتا ہے لفظی معنی قریب ہوتا اور معنی بعید وہ ہوتا ہے جو اس کا نتیجہ نکلتا ہے محبت کا نتیجہ یہ ہے کہ بندہ جس سے محبت کرتا ہے اس کی بہتری چاہتا ہے اس کی خوشی چاہتا ہے اسے دکھی نہیں دیکھ سکتا اسے رنجیدہ برداشت نہیں کرسکتا اور یہاں صرف ایک طرف کی محبت کی بات نہیں کی بلکہ فرمایا دونوں میں ایک دوسرے کی بھلائی بہتری اور خوشی دیکھنے کا جذبہ اللہ نے رکھ دیا ہے جسے مودّت کہا گیا ہے دونوں میں ایسا جذبہ رکھ دیا ہے کہ دونوں ایک دوسرے کی بہتری چاہتے ہیں رحمت کا ترجمہ بھی یہی بنتا ہے کہ جس کے نتیجے میں انجام کار بہتری نصیب ہوتی ہے۔

جہاں اطاعت الٰہی اٹھ جاتی ہے ایمان کمزور پڑ جاتا ہے وہاں سے یہ مودّت اور رحمت بھی ختم ہوجاتی ہی پھر ہوتا یہ ہے کہ میاں چاہتا ہے کہ وہ بیوی کو تگنی کا ناچ نچائے اور بیوی کہتی ہے کہ وہ اسے سیدھا کرکے رکھے۔ پھر میاں بیوی ایک دوسرے کے ساتھ مقابلہ

کرتے رہتے ہیں جس کے نتیجے میں اولاد تباہ ہوجاتی ہے مغرب میں بھی یہی مسئلہ ہے ان کے پاس دین نہیں ایمان نہیں اللہ کے احکام نہیں نبی ﷺ کا طریقہ نہیں تو ان کی گھریلو زندگی کا ڈھانچہ مکمل طور پر تباہ ہوچکا ہے اکثریت اپنے ہی اولاد کو جوان ہونے کے بعد گھر سے نکال دیتی ہے کراچی کے ایک مدرسے میں سویڈن کے رہنے والے ایک لڑکے سے ملاقات ہوئی تو اس نے اپنے حالات سنائے اس نے کہا کہ جب تک بچے کو حکومت کی طرف سے وظیفہ ملتا رہتا ہے والدین اسے ساتھ رکھتے ہیں جب وہ سولہ سال کا ہوتو سرکاری وظیفہ بند ہوجاتا ہے کہنے لگا جب میرا بھی سرکاری وظیفہ بند ہوگیا تو انہوں نے مجھے گھر سے باہر نکال کر اپنا دروازہ بند کرلیا کہ اب اپنا کماؤ اور اپنا کھاؤ اور یہی سلوک وہ بیٹیوں کے ساتھ بھی کرتے ہیں اگر گھر میں بھی رکھتے ہیں تو کمرے کا کرایہ اور کھانے کا خرچ اولاد کو دینا پڑتا ہے کیا یہ جانوروں والا سلوک نہیں ہے درندوں اور پرندوں کے والدین یہی سلوک اپنی اولاد سے کرتے ہیں جب پرندوں کے بچے اڑنے کے قابل ہوجائیں تو وہ اڑ جاتے ہیں پھر ان میں کوئی رشتہ داری نہیں رہتی اور انسان جب مقام انسانیت سے گر جاتا ہے تو انسان میں جانوروں جیسی خصوصیات در آتی ہیں کتاب اللہ میں یہی بات یوں بیان کی گئی ہے اُولٰٓئِكَ كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ (الاعراف 179) یہ جانوروں جیسے ہوجاتے ہیں بلکہ ان سے بھی گئے گزرے ہوجاتے ہیں کیونکہ جانور کو تو اللہ نے تخلیقاً جانور پیدا کیا ہے لیکن انسان کو تو انسانی عظمت عطا کی تھی یہ وہاں سے گر کر حیوان بن گیا۔

آج کا سب سے بڑا جھگڑا اور سب سے بڑی جنگ ہی میاں بیوی میں ہے اس کی بنیادی وجہ دونوں کی اللہ کریم سے ناآشنائی اور عظمت رسالت ﷺ سے دوری ہے۔ بہت سے لوگ بظاہر نماز، روزہ اور دیگر نیکیاں کرتے ہیں لیکن کردار کے اعتبار سے ان کی اصلاح نہیں ہوتی ان کی عبادتیں رسمی ہوتی ہیں ان میں وہ جان نہیں ہوتی کہ کردار تبدیل کرسکے حالانکہ ہر نیکی کا اثر کردار پر آتا ہے جیسے اللہ کریم نے بتایا ہے کہ صلوٰۃ بے حیائی اور برائی سے روک دیتی ہے اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ (العنکبوت آیت 45) یہ صلوٰۃ کا ثواب ہے اسی طرح ذکر اللہ کرتے ہیں تو اس کا نتیجہ کیا ہوتا ہے؟ کہ ایسی قوت اندر آجاتی ہے کہ بندہ برائی چھوڑ کر نیکی کی طرف آجاتا ہے تو اعمال کا اثر اس تعلق پر پڑتا ہے جو ہمیں اللہ کے ساتھ نصیب ہے۔ تو جب میاں بیوی کا اللہ سے تعلق ہوتا ہے تو پھر میاں بیوی کا آپس میں پیار ہوتا ہے بچوں کی تربیت کی فکر ہوتی ہے ایک دوسرے کے دکھ سکھ بانٹنے والے ہوتے ہیں اور اگر اللہ سے تعلق ٹوٹ جائے تو پھر مغرب کے معاشرے کی تصویر بن جاتے ہیں ایک دوسرے کے ساتھ لڑتے رہتے ہیں بچے تباہ ہوجاتے ہیں دہشت گرد بن جاتے ہیں چوری، ڈاکہ، قتل، کرتے ہیں ان میں سے انسانی احساسات ختم ہوجاتے ہیں۔ اس آیت کریمہ میں میاں بیوی کو بہترین نباہ کرنے کا سلیقہ بتایا گیا ہے کہ اللہ نے ایک ہی جنس سے انسان کا جوڑا بنایا ہے فرائض دونوں کے لئے اپنے اپنے ہیں۔ دونوں اللہ کے سامنے جوابدہ ہیں دونوں ملازم ایک باغ کی پرورش پر رکھے گئے ہیں ایک کی ذمہ داری اندر کے کاموں کی ہے دوسرے کی ذمہ داری باہر کے کاموں کی ہے سوائے مخصوص حالات کے کہ مستثنیات ہر جگہ ہیں ورنہ بنیادی طور پر گھر کی آبادی بچوں کی دیکھ بھال کی ذمہ داری میاں کی خیر خواہی اور معاشرے کو صالح افراد مہیا کرنا میاں کی عزت اور مال کی حفاظت اور میاں کی محنت کا احساس کرنا خاتون خانہ کی ذمہ داری ہے۔

مرد کی ذمہ داری افراد خانہ کی ضروریات کی تکمیل اور انہیں تحفظ فراہم کرنا ہے ان ذمہ داریوں کو پورا کرنے کے لئے اللہ نے مودت عطا کی ہے مودت خیر خواہی کے جذبہ کو کہتے ہیں اور یہ یقیناً آپس کی محبت سے ہوتا ہے دشمنی سے نہیں ہوتا خاتون خانہ کو اپنے میاں کی عزت اور محنت کا احساس ہو اسکی آبرو کا تحفظ کرے اس کے مال کو ضائع نہ کرے صحیح مصرف پر لگائے اس کے بچوں کی صحیح تربیت کرے۔ میاں کو اپنی بیوی کی محنت کا احساس ہو وہ اس کی دل جوئی کرے اہل خانہ کی ضروریات پوری کرے۔

یہ زندگی گزارنے کا وہ فطری طریقہ ہے جو اللہ کریم کو پسند ہے اور جس کی طرف نبی کریم ﷺ نے رہنمائی فرمائی ہے تو جو میاں بیوی ذات باری کی نافرمانی کریں اتباع رسالت ﷺ کو چھوڑ دیں وہ باقی کسی سے وفا کریں گے کیا ایسا مرد گھر والوں سے وفا کرے گا بیوی بچوں سے پیار کرے گا لیکن یہ کیسے ممکن ہے ایسی خاتون کیا تربیت کرے گی گھر میں کیا سکون مہیا کرے گی بچوں کی کیا تربیت کرے گی۔ جوں جوں انسان اللہ سے دور ہوگا اس کے انسانی اوصاف کم ہوتے جائیں گے اور حیوانی احساسات چھاتے چلے جائیں گے۔

یہ بات دونوں طرف ہے مرد ہو یا عورت دونوں انسان ہیں دونوں مکلّف ہیں دونوں میں سے جو بھی اللہ سے دوری اختیار کرے گا یہی نتیجہ ہوگا۔ اگر مرد طاقتور ہے غالب ہے تو زیادہ رسوائی خاتون کے حصے میں آتی ہے لیکن جب خواتین بگڑتی ہیں دین سے دور ہوتی ہیں تو خواتین گھر کو جہنم بنا دیتی ہیں عام مشاہدہ ہے کہ جتنا ظلم خواتین دوسری خواتین پر کرتی ہیں کبھی ساس کے روپ میں، کبھی بہو کے، کبھی سوکن کے روپ میں اتنا ظلم مرد خواتین پر نہیں کرتے اس سب کی بنیادی وجہ عظمت الٰہی سے غفلت اللہ سے تعلق نہ ہونا اور سنت آقائے نامدار ﷺ سے دوری ہے۔

ہمیں دین کا بھی اتنا ہی پتہ ہے کہ عبادات کر لی جائیں اس کا اجر مرنے کے بعد ملے گا اور ہمارے برائے نام عالم بھی یہی بتاتے ہیں کہ یہ وہی لوگ ہیں جنہوں نے دین کو پیشہ بنالیا ہے کوئی بھی کام جب پیشہ بن جاتا ہے تو پیشے کے تقاضے کچھ اور ہوتے ہیں جیسے کپڑے کا دکاندار گاہک کو بیس پچیس تھان خوش دلی سے کھول کر دکھاتا ہے خواہ خریدار ایک بھی نہ خریدے اسے پتہ ہے کوئی اور گاہک خرید لے گا لیکن وہ اس سے ناراض نہیں ہوتا جس نے کچھ نہیں خریدا وہ کیوں ناراض نہیں ہوتا؟ اس لئے کہ یہ اس کے پیشے کا تقاضا ہے اگر وہ ایسا نہیں کرے گا تو اس کی دکانداری نہیں چلے گی دین بھی جب پیشہ بن جاتا ہے معاش کا ذریعہ بن جاتا ہے تو اس کے تقاضے بدل جاتے ہیں پھر اللہ کی رضا کے بجائے لوگوں کی خوشی مقصود ہوجاتی ہے کہ جن باتوں پر لوگ راضی رہتے ہیں وہ باتیں کرتے رہو۔ اسی ضمن میں ثواب کو ادھاری مزدوری قرار دے دیا گیا ہے کہ نیکی کا بدلہ آخرت میں ملے گا صلوٰۃ، روزہ، حج، زکوٰۃ کئے جاؤ ثواب آخرت میں ملے گا اس بات نے لوگوں کو عبادات کا نتیجہ اپنی عملی زندگی میں دیکھنے سے محروم کر دیا ہے اللہ کریم تو ہر عبادت پر نقد بدلہ دیتے ہیں اللہ نے بتایا ہے کہ صلوٰۃ یقیناً برائیوں اور بے حیائیوں سے بچالیتی ہے ذکر سے اللہ سے تعلق نصیب ہوتا ہے روزہ سے تقویٰ عطا ہوتا ہے یعنی ہر نیکی کردار پر اپنا اثر چھوڑتی ہے ہم اپنے کردار میں اس اثر کو دیکھنے کے بجائے محض عبادات کی اداکاری پر خوش ہیں کہ آخرت میں اس کا ثواب ملے گا اور ہماری آخرت سنور جائے گی لیکن یاد رکھو کہ آخرت اسی کی سنورے گی جس کی دنیا یہاں سنورے گی جس کی دنیا سنورتی ہے اس کی آخرت خود بخود سنورتی جاتی ہے اور اگر دنیا نہیں سنور رہی تو پھر ہمیں سوچنا ہوگا کہ ہم جو عبادت کر رہے ہیں نماز پڑھ رہے ہیں تلاوت کر رہے

ہیں وہ کہاں جا رہی ہے؟ دنیا سنوارنے کا مطلب یہ نہیں کہ بندہ بیمار نہیں ہوتا یا اسے کسی تنگی سے واسطہ نہیں پڑتا یہ تو زندگی کے نشیب و فراز ہیں صحت کے ساتھ بیماری بھی ہے اور بیماری کے ساتھ تنگدستی اور فراخی بھی ہے اور ہر ایک ان نشیب و فراز سے گزرتا ہے لیکن دنیا سنوارنے کا مطلب یہ ہے کہ اس کی زندگی میں روز روز کے لڑائی جھگڑے نہیں ہوتے زندگی پرسکون ہوتی ہے تنگی بھی کاٹ لیتے ہیں فراخی کے لئے محنت کرتے ہیں شکر کرتے ہیں۔ تو تو، میں میں اور چخ چخ نہیں ہوتی فلاں کا مکان گرا دو فلاں کی گلی بند کر دو ایسے لایعنی کام نہیں ہوتے بلکہ دوسروں کے لئے بھی سہولیات فراہم کرنے کا سوچتا ہے اور اپنے گھر کو خوشیوں کا گہوارہ بننا نصیب ہوتا ہے اسلام زندگی کے ہر شعبے میں انگلی پکڑ کر رہنمائی کرتا ہے شرط صرف یہ ہے کہ کوئی اسلام کی رہنمائی چاہے جو منہ پھیر کر چل دے اسے نتائج بھگتنا پڑتے ہیں آج ہم جس جگہ کھڑے ہیں اور جتنا زور حالات کو ٹھیک کرنے پر لگا رہے ہیں اس کی بنیادی وجہ صرف اور صرف دین سے دوری ہے اگر ہم آج واپس آجائیں حق اور سچ کا راستہ اپنالیں ہر بندے کے حقوق کا لحاظ رکھیں اپنے فرائض ادا کریں ہر بندے کے حقوق و فرائض کی تعین کی جائے ہر بندہ اپنی حد میں رہے تو آج بھی کوئی مشکل نہیں لیکن اگر ہم گولی کو گولی سے ٹھنڈا کرنا چاہیں گے تو یہ بہت لمبا کام ہوگا اس میں قومیں ختم ہو جاتی ہیں اور مقابلہ ختم نہیں ہوتا۔ یہ کوئی علاج نہیں ہے کہ دہشت گردی کا جواب دہشت گردی سے دیا جائے ایک طرف سے گولیاں چلائی جا رہی ہیں دوسری طرف سے بھی چلادی جائیں تو حل نہیں نکلے گا دہشت گردی کا علاج عدل میں ہے۔ آج بھی لوگوں کو ان کے حقوق دے دیئے جائیں زندہ رہنے کی سہولتیں دی جائیں عوام سے لیا گیا ٹیکس پبلک کی بہبود پر خرچ کر کے عوام کو لوٹایا جائے بچوں کو سرکاری سطح پر مفت تعلیم دی جائے شفاخانے قائم کئے جائیں جہاں بیماروں کو لمبی قطاروں میں بٹھانے کے بجائے بروقت علاج کیا جائے روزگار کے مواقع پیدا کئے جائیں صلاحیت کے مطابق روزگار دیا جائے تو پھر کون پاگل ہے جو اٹھ کر دہشت گردی کرے گا لیکن اگر ایک طرف عیاشی کی انتہا ہو ایک طبقہ کھانے، علاج، تعلیم اور رہائش سے محروم ہو اور دوسرا طبقہ سرتاپاؤں نسل در نسل عیاشیوں میں غرق ہو تو پھر افلاس زدہ طبقہ جس کے بچے بھوک سے بلک رہے ہوں وہ اپنے حقوق چھیننے کے لئے دہشت گردی پر اتر آتا ہے۔

میری رائے میں ہمارا بنیادی مسئلہ دین سے دوری ہے اور اس کا واحد حل دین میں مکمل طور پر داخل ہونے میں ہے اللہ ہمیں دین کو سمجھنے اور اس پر عمل کی توفیق عطا فرمائے۔

وآخر دعونا ان الحمد للہ رب العلمین۔

دعائے مغفرت

1 سلسلہ کے ساتھی غلام علی (شاہ کوٹ، ننکانہ) کے والد محترم
2 عقیل احمد (لاہور) کی والدہ ماجدہ
3 سلسلہ کے پرانے ساتھی عبدالغفار (چاہل کلاں) گوجرانوالہ وفات پاگئے
4 ضلع مردان کے ساتھی محمد اشفاق کی والدہ ماجدہ
5 ضلع صوابی کے ساتھی ندیم خاں کے والد محترم
6 طاہر امین (ٹوبہ ٹیک سنگھ) کی والدہ ماجدہ
7 ہری پور کے ساتھی مسرور حسین کی والدہ ماجدہ وفات پا گئیں ان سب کیلئے ساتھیوں سے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

خوشخبری

حضرت امیر المکرّم کے نو دریافت طبی نسخوں میں اضافہ

حضرت امیر المکرّم مولانا محمد اکرم اعوان مدظلہ' صحیح معنوں میں ایک ہمہ جہت شخصیت کے مالک ہیں۔زندگی کا کوئی شعبہ ایسا نہیں جو ان کی دسترس سے باہر ہو۔طب وحکمت سے تو بطور خاص ہر دور میں صوفیا عظام اور علماء کرام کو خاص شغف رہا۔حضرت امیر المکرّم بھی اس شعبہ میں پیچھے نہیں اور مختلف جڑی بوٹیوں اور قدرتی اجزاء سے ایسے نسخہ جات دریافت فرما رہے ہیں جو مختلف بیماریوں سے نجات کے لئے انتہائی موثر ہیں حال ہی میں حضرت امیر المکرّم کے نو دریافت نسخہ جات میں انتہائی خوش آئند اضافہ ہوا ہے۔ضرورت منداستفادہ کر سکتے ہیں۔

کلسٹر وکیئر Cholestro Care — Rs.300 — کلیسٹرول کو صحیح حالت پر رکھتا ہے

پین گو Pain Go — Rs.100 — ہر طرح کے درد کے لئے مفید ہے

ہیر گارڈ آئل Hair guard Oil — Rs.500 — بالوں کی صحت کے لئے مفید ہے۔

Cough Ez — Rs.30 — کھانسی کیلئے گولیاں

ملنے کا پتہ:- دارالعرفان منارہ، ضلع چکوال فون 0543-562200

17-اویسیہ ٹاؤن شپ' لاہور فون 042-5182727

کربلا کی حقیقت

امیر محمد اکرم اعوان

بسم اللہ الرحمن الرحیم

گرد میں صدیوں کی دَب جائینگے سارے واقعات
روشنی دیتا رہے گا کاروانِ کربلا (سیماب)

اسلامی سال کی ابتدا محرم سے ہے تو اس کا اختتام ذوالحج پہ ہوتا ہے اور دورانِ سال کا کوئی دن بھی ایسا نہیں جس میں جانفروشان اسلام نے احقائق حق کے لئے ظلم و جور وستم کے مقابلے میں جانیں نذر نہ کی ہوں لیکن اس ایک خاص واقعہ کو جسے ہم واقعہ کربلا کے نام سے جانتے ہیں اتنی زیادہ شہرت کیوں ملی کہ ساڑھے تیرہ سو برس بعد بھی اس ایک واقعہ کو خاص طور پر یاد کیا جاتا ہے؟

ہمارے ایک فرقے کی بنیاد ہی اس پر رکھی گئی۔ یہ بھی ایک سبب ہے لیکن یہ ضروری نہیں کہ صرف شیعہ حضرات کی وجہ سے یہ دن یادگار بن گیا بلکہ اسے ہر مسلمان خواہ وہ کسی مکتبہ فکر سے تعلق رکھتا ہوا اپنے دل میں، اپنے ذہن میں، تازہ رکھتا ہے ساڑھے تیرہ سو سال کی دراز مدت نے اس پر بہت سے پردے گرا دیئے بہت سے حقائق جو ہیں وہ وقت کے طوفانوں کی نذر ہو گئے اور وقت کے ریگزاروں میں دب گئے اب ہمارے پاس اس کا خلاصہ صرف یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کے نواسے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے لختِ جگر حضرت حسینؓ اپنے ساتھیوں اور اہل خاندان کے ساتھ میدان کربلا میں شہید ہو گئے اور اہل کوفہ کا وہ لشکر جو یزید کے اور اس کے گورنر کے تابع تھا اس نے انہیں بے دردی سے شہید کر دیا۔ یہ ایک اتنی ٹھوس حقیقت ہے کہ جو ہم کسی بھی مکتبہ فکر کی باتوں کو تلاش کریں تو اس پہ ساری متفق ہو جاتی ہیں۔ اس سے کسی شیعہ کو انکار نہیں، کسی سنی کو انکار نہیں، کسی دیوبندی کو انکار نہیں، کسی بریلوی کو انکار نہیں، کسی اہل حدیث کو انکار نہیں، کسی بھی مکتبہ فکر کو اس حقیقت سے انکار نہیں ہے۔ ایک اہمیت تو اس کی یہ بھی ہے کہ باقی سارے جہاد جو ہوئے ان کی نوعیت اور تھی اور اس کی نوعیت اور تھی، یہ کوئی فوج کسی فوج سے نہیں لڑ رہی تھی بلکہ خاندان نبوت ﷺ اولاد نبی کریم ﷺ بغیر کسی لاؤ لشکر کے چند خادموں یا چند ہمراہیوں کے ہمراہ بسوئے کوفہ رواں تھے کہ انہیں اہل کوفہ کے لشکر نے آگھیرا اور اس تصادم میں 72 افراد شہید ہوئے۔ جن میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی اولاد حضرت حسینؓ کی اولاد اور حضرت حسنؓ کی اولاد ان کے ساتھ جو رفیق سفر تھے خادم تھے اور فقط ایک بچہ بچ سکا حضرت زین العابدینؒ جو اس وقت سخت بیمار تھے اور بیماری اور بخار کی تیزی کی وجہ سے خیمے سے نکل ہی نہ سکے۔ صرف وہ زندہ بچے مردوں میں سے۔

اس کی تاریخی اہمیت اس لئے بھی زیادہ ہو گئی کہ نبی کریم ﷺ کی اولاد تھی۔ آپ ﷺ کے نواسے تھے، آپ ﷺ کی نواسیاں تھیں، ان

کی اولاد تھی، خاندان رسالت مآب ﷺ تھا اور بڑی عجیب بات ہے کہ کسی کافر لشکر نے ان پر یلغار نہیں کی، کسی دشمن طاقت نے انہیں شہید نہیں کیا، عجیب بات یہ ہے کہ جو لوگ ان کے خون کے ذمہ دار ہیں وہ بھی اسی نبی آخر الزماں ﷺ کو نبی ماننے کے دعوے دار بھی ہیں اور اسی کے امتی ہونے کے دعویدار بھی ہیں تو یہ حادثہ دو نوعیتوں میں سے بالکل مختلف تھا ایک تو یہ کہ خانوادہ نبوت ﷺ کو تہہ تیغ کیا گیا اور دوسری بڑی بات یہ عجیب بات ہے کہ قاتل جو ہیں وہ بھی اسی نبی کا کلمہ پڑھنے کا دعویٰ کرتے ہیں۔ یہ صحیح ہے کہ دونوں باتیں بھی اپنی جگہ اتنا وزن رکھتی ہیں کہ یہ واقعہ کبھی دلوں سے ذہنوں سے نکل نہ سکے۔

لیکن اسکی حقیقت اہمیت بالکل اور ہے اگر آپ تاریخ اسلامی کو دیکھیں تو نبی کریم ﷺ نے جو اشخاص پیدا فرمائے اور آپ ﷺ کے بعد جب عہدِ خلافت راشدہ آیا تو وہ ایسے لوگ تھے جن کے سامنے رضائے باری تعالیٰ تھی اور مخلوق کی بہتری تھی۔ اقتدار کا نشہ نہ تھا تاریخ کوئی ایسا دوسرا بندہ پیش نہیں کر سکتی جو استقامت ابوبکر صدیقؓ نے وصال نبوی ﷺ کے وقت دکھائی اور جن مشکل حالات میں وہ گھر گئے کہ ایک طرف نبی کریم ﷺ کا وصال ہو گیا دوسری طرف بہت سے قبائل آمادہ بغاوت ہو گئے، تیسری طرف کچھ لوگوں نے زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا، چوتھی طرف مسلیمہ کذاب چالیس ہزار کا لشکر جرار لے کر اپنی نبوت کے دعوے کے ساتھ اٹھ کھڑا ہوا اور ایک طرف رومن ایمپائر کی فوجیں اسلامی سرحدوں پہ نظر لگائے بیٹھی تھیں۔ یعنی ایسے عجیب حالات پیدا ہو گئے کہ مسلمان تو وصال نبوی ﷺ کے صدمے سے چور ہو گئے کسی کا باپ فوت ہوتا ہے تو اسے کتنا دکھ ہوتا ہے، کسی کا کوئی مرشد، کوئی نیک بندہ، کوئی ولی اللہ جس کے ساتھ وہ رہتا ہے اس کا وصال ہوتا ہے تو اس کی حالت کیا ہوتی ہے؟ تو جو لوگ محمد ﷺ کے ساتھ ہر آن رہتے تھے، آپ ﷺ کے وصال پر ان کا حال کیا ہوا ہوگا؟ یہ شاید کوئی دوسرا بندہ ان کے علاوہ سمجھ ہی نہ سکے۔ اب اس عالم غم اور انتہائی پریشانی کے عالم میں اتنی ساری مصیبتیں کھڑی ہو گئیں۔ الحمد اللہ، اللہ کریم نے ایک ایسا بندہ عطا فرمایا امت کو جس نے نیابت نبوی ﷺ کا حق ادا کر دیا اور بیک وقت سب کو دندان شکن جواب دیا۔ رومنوں کی فوجوں کے لئے نبی کریم ﷺ نے سپاہ تیار فرمائی تھی ابھی وہ روانہ نہیں ہوئی تھی کہ وصال نبوی ﷺ ہو گیا سیدنا ابوبکر صدیقؓ نے اس لشکر کو حکم دیا کہ جو حکم رسول اللہ ﷺ کا تھا اس پر عمل کرو اور جاؤ۔ مسلیمہ کذاب کے لئے لشکر ترتیب دیا اور منکرین زکوٰۃ سے اعلان جنگ کر دیا۔ باغیوں کے خلاف اعلان جنگ کر دیا، سیدنا فاروق اعظمؓ جیسے جرار شخص نے یہ گزارش کی کہ امیر المومنین ہمارے پاس اتنی فوج نہیں ہے کہ ان سب محاذوں پر لڑ سکیں اگر آپ رضی اللہ عنہ، روما کے خلاف لشکر بھیج رہے ہیں تو مسلیمہ کذاب کو موخر کر دیجئے اور اگر اسے موخر نہیں کرتے تو ان باغیوں اور منکریں زکوٰۃ کو موخر کر دیجئے۔ سیدنا ابوبکر صدیقؓ کا جواب یہ تھا کہ میں اگر مدینہ میں اکیلا رہ جاؤں کہ مجھے خطرہ ہو کہ مجھے جنگل کے بھیڑئے آ کر کھالیں گے پھر بھی یہ سارے لشکر روانہ کروں گا اور سب سے مقابلہ ہوگا۔ اور اگر مجھے خود شمشیر بکف ہو کر جانا پڑا تو میں خود میدان میں جاؤں گا اور اللہ کا احسان ہے کہ وہ سارے لشکر سرفراز و سربلند لوٹے۔ منکرین زکوٰۃ کا قلع قمع ہو گیا، باغی قبائل کی بغاوت فرد ہو گئی مسلیمہ کذاب مارا گیا، رومیوں نے اپنا لشکر پیچھے ہٹا لیا اور یوں سیدنا صدیق اکبرؓ نے جو پہلا خطبہ دیا اس میں ایک جملہ فرمایا تھا" کہ ہر طاقتور میرے لئے کمزور ہے اور ہر کمزور کو میں طاقتور جانتا ہوں کوئی طاقت کے زور سے کسی کا حق دبا نہیں سکے گا اور کوئی کمزور کسی ظالم کے ظلم سہنے پر

مجبور نہیں ہوگا"۔ یہ وہ بات تھی جو نبی کریم ﷺ نے پیدا فرمائی۔

عہد فاروقیؓ آ گیا۔ عہد فاروقیؓ میں تاریخ انسانی میں کسی حکمران نے جتنے علاقے فتح کئے ان سب میں سے سب سے زیادہ علاقے فتح ہوئے سیدنا عمر فاروقؓ کے عہد میں۔ ایک فہرست ہے جس میں سکندر اعظم بھی ہے، دوسرے فاتحین بھی ہیں ایسے لوگ جو فاتحین عالم کہلاتے ہیں۔ وہ بھی ہیں اس تاریخی دستاویز کو آپ دیکھیں تو کسی نے پچاس ہزار میل، کسی نے ایک لاکھ میل علاقہ فتح کر لیا اور کسی نے دو لاکھ مربع میل علاقہ فتح کر لیا اور کسی نے تین لاکھ مربع میل علاقہ فتح کر لیا ایسے حکمران ملتے ہیں جن کے عہد میں چھ لاکھ مربع میل علاقہ فتح ہوا۔ اب اس سے آگے کوئی نہیں ملتا پھر فاروق اعظمؓ ملتے ہیں جن کے عہد میں چھبیس لاکھ مربع میل علاقہ فتح ہوا۔

چھ اور چھبیس کا فاصلہ ہے۔ فاتحین عالم میں اور فاروق اعظمؓ میں فاتحین عالم جہاں سے گزرے شہروں کو راکھ کا ڈھیر کر گئے۔ تاتاریوں کے لشکر جہاں سے گزرے ویرانوں میں بھی پانیوں میں زہر اور جنگلی جانوروں کو بھی تیروں سے مارتے چلے گئے۔ انسانی سروں کے مینار بنے، شہر کھنڈرات میں تبدیل ہو گئے، فاتحین عالم کی داستان کے ایک ایک حرف سے خون ٹپکتا ہے ایک ایک لفظ سے چیخیں ابھرتی ہیں لیکن اس چھبیس لاکھ مربع میل علاقے میں کسی بوڑھے کی کراہ سنائی نہیں دیتی، کسی بیوہ کا آنسو گرتا دکھائی نہیں دیتا، کسی یتیم کی چیخ سنائی نہیں دیتی، صرف فتح نہیں ہوا، عدل ہوا اور تاریخ اس بات کی گواہ ہے کہ کافروں کو بھی اگر انصاف ملا تو اسلام کے زیر نگین آ کر ملا ورنہ ان کے اپنے حکمران انہیں انصاف نہیں دیتے تھے۔

اس کے بعد حضرت عثمانؓ کا دور آ گیا۔ اس میں فتوحات جاری رہیں انہیں بھی بغاوت سے شہید کیا گیا اور ان کی شہادت کی داستان بھی بڑی المناک ہے۔ ایک ایسا شخص جس کی افواج افریقہ میں برسر پیکار ہیں، چین میں برسر پیکار ہیں، ہسپانیہ میں برسر پیکار ہے، سلطنت اسلامی دنیا کی بہت بڑی سلطنت ہے، چند سو باغیوں نے ان کے گھر کا محاصرہ کر لیا اور وہ اپنے کسی خادم کو، کسی سرکاری ملازم کو، کسی فوجی، کسی پولیس والے کو حکم نہیں دیتا کہ ان سے مقابلہ کرو، جو اعتراضات انہوں نے کئے وہ تاریخ طبری میں موجود ہیں لیکن طبری ہی میں موجود ہے۔ سیدنا عثمان غنیؓ نے مسجد نبوی ﷺ میں منبر پر بیٹھ کر صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہ اجمعین کو بلا کر معترضین کو بُلا کر انہوں نے اعتراضات کے جواب دیئے اور اس پر اکثر صحابہ نے رائے دی کہ ان سب کو گرفتار کر لیا جائے اور ان کے سر قلم کر دیئے جائیں۔ یہ بغاوت پیدا کر رہے ہیں، بے کسی اور بے بسی میں مارا جانا، مظلوم ہونا بھی بڑی بات ہے لیکن قوت واقتدار رکھتے ہوئے طاقت استعمال نہ کرنا اور شہادت قبول کرنا یہ بڑا مشکل کام ہے۔ اتنی بڑی سلطنت کا سربراہ، حضرت علیؓ بھی اس مشورے میں تھے کہ انہیں نہ چھوڑا جائے اور جب انہوں نے اپنی فوجوں کے پہرے لگانے سے انکار کر دیا تو حسنین کریمینؓ حضرت عثمانؓ کے دروازے پر پہرے داروں میں تھے جنہیں حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ الکریم نے مقرر فرمایا تھا کہ باغیوں کو اندر مت گھسنے دینا، اور انہیں کہا گیا کہ آپؓ انہیں سزا دیں، فرمایا نہیں میں مدینۃ النبی ﷺ میں قتل و غارت نہیں چاہتا میں نے ساری عمر اس امن کے گہوارے کے لئے جستجو کی ہے، تلاش کی ہے، اور اسے بسایا ہے میں اس میں خون نہیں گرا سکتا۔ پھر مشورہ دیا گیا کہ آپ حرم نبوی ﷺ سے مدینہ منورہ سے باہر تشریف لے جائیں، یہ بھی باہر آ جائیں گے ان سے نبٹ لیجئے فرمایا میں نے ساری عمر آرزو کی ہے کہ نبی کریم ﷺ کی رفاقت رہے۔ میں آپ ﷺ کی رفاقت آپ ﷺ کا

پڑوس چھوڑ کر باہر کیوں چلا جاؤں؟ شہید ہو گئے، اس شہادت کے پیچھے بھی باغیوں کا مقصد یہ تھا اور جو حضرت عثمانؓ نے پورا نہیں ہونے دیا۔ اگر وہ ان دس، بارہ سو یا گیارہ سو بندوں کو گرفتار کرا لیتے قتل کروا دیتے تو حق پر تھے لیکن اس وقت کسی فرقے کی بنیاد رکھ دی جاتی اور یہ الزام دیا جاتا کہ خلفائے راشدینؓ ظالم تھے جس نے اعتراض کیا اس کا سر قلم کرا دیا۔ انہوں نے خلافت بھی چھین لی اور انہوں نے دین بھی خراب کر دیا یہ اس وقت بنیاد رکھ دی جاتی جو بعد میں کربلا میں رکھی گئی وہ طاقت اقتدار کس لئے تھا اپنی جان کیلئے نہیں تھا، جان اس کیلئے تھی، وہ طاقت اللہ کی امانت تھی، خلافت اللہ کی امانت تھی، اقتدار اللہ کی امانت تھا، فوجیں اللہ کی تھیں، اپنی حفاظت کیلئے لڑانے کیلئے نہیں تھیں اور اگر وہ اپنی حفاظت کرواتے تو انہیں حق حاصل تھا لیکن نتیجہ جو نکلتا وہ یہ ہوتا کہ وہیں سے ایک فرقہ ضالہ کی بنیاد پڑ جاتی کتنا مشکل ہے کہ دین پر حرف نہ آئے لاؤ لشکر بھی رہیں اور کم و بیش چالیس دن ان کے گھر کا پانی بھی بند رہا۔ جب مسلمان مدینہ منورہ آئے تو یہود کے پاس ایک کنواں تھا جس میں پانی تھا اور مسلمانوں کو بہت مہنگا دیتے تھے، یا دیتے ہی نہیں تھے۔ تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا "کہ کوئی ہے جو یہودیوں سے کنواں خرید لے اور مسلمانوں کو دے دے اور اس کے بدلے مجھ سے جنت لے لے"۔ تو یہی وہ شخص تھا حضرت عثمانؓ جس نے وہ کنواں یہودیوں سے خرید کر مسلمانوں کے لئے وقف کر دیا اور خود اس کے گھر چالیس دن پانی کی بوند نہیں گئی۔ ساری سختیاں برداشت کیں اور بالآخر مظلوم شہید ہو گئے لیکن کسی کو دین پر اعتراض کرنے کا موقع نہیں دیا۔ آسان کام نہیں تھا!

یہی سازش چلتی رہی اور اسی کا شکار حضرت علیؓ ہوئے۔ پہلے آپ ان کے خون کے دعوے دار بن گئے، حضرت امیر معاویہؓ جو سیدنا فاروق اعظمؓ کی طرف سے شام کے گورنر مقرر تھے، عہد عثمانؓ میں بھی گورنر رہے ان کی شہادت پر حضرت علیؓ کی بیعت کر لی گئی خلیفہ چہارم حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم بنے۔ حضرت امیر معاویہؓ ایک بڑے صوبے کے گورنر تھے چونکہ عثمان غنیؓ کے وارث تھے تو انہوں نے خون کا مطالبہ کیا اور ان کا مطالبہ یہ تھا کہ یہ دس گیارہ یا بارہ سو جو باغی ہیں ان سب کے سر قلم کئے جائیں۔ اقتدار و اختیار حضرت علیؓ کے پاس تھا انہوں نے فرمایا کہ نہیں جو قاتل ثابت ہوگا اسے سزا دی جائے گی۔ کوئی ایک ہوگا، دو ہوں گے، چار ہوں گے، جس کی ضرب سے آپؓ شہید ہوئے جو قاتل ہوگا اسے سزا دی جائے گی۔ اس پر مقام صفین میں آپؓ روبرو بھی ہوئے حضرت امیر معاویہؓ کے ساتھ اپنے صوبے کا لشکر تھا، حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم بھی تشریف لے گئے لیکن ان لشکروں کا عالم یہ تھا کہ لوگ نماز حضرت علیؓ کے ساتھ پڑھتے تھے اور کھانا حضرت امیر معاویہؓ کے ساتھ کھاتے تھے۔ بعض صحابہؓ کا عالم یہ تھا کہ کسی نے پوچھا بھئی کہ یہ تو دونوں لشکر مقابلے میں پڑے ہیں، آپ نماز ادھر پڑھتے ہیں کھانا ادھر کھاتے ہیں۔ فرمایا نماز وہ مزے کی پڑھاتے ہیں اور کھانا اس لنگر پہ مزے کا ہوتا ہے۔ پھر بات ہوئی بھئی بات کیا ہے؟ کس بات کا جھگڑا ہے؟ کیا حضرت امیر معاویہؓ خلافت کے منکر ہیں؟ فرمایا نہیں خلیفہ برحق ہیں، میں آپؓ کا تابعدار رہوں، خلافت کا تو مسئلہ ہی نہیں ہے، مسئلہ یہ ہے کہ امیر المومنین شہید ہوئے اسلامی تاریخ میں مسلمانوں کے سربراہ کو ظلماً شہید کیا گیا اس بغاوت میں جتنے لوگ ہیں سب کو قتل کیا جائے۔ حضرت علیؓ نے فرمایا نہیں جو بات میں کہتا ہوں وہ حق ہے قتل وہی ہوگا جو قاتل ہے۔ بالآخر اسی بات پر صلح ہو گئی۔ جب صلح ہوئی تو کچھ وہی لوگ جو باغی تھے اور وہاں چھپے ہوئے تھے انہوں نے رات کو حضرت امیر معاویہؓ کے لشکر پر حملہ کر دیا کہ حضرت علیؓ کی

طرف سے حملہ سمجھا جائے۔ جب انہیں علم ہوا تو انہوں نے حکم دیا کہ سپاہیوں کو کہ ہر سپاہی نیزے پہ قرآن اٹھالے اور قرآن لے کر کھڑے ہو جاؤ دیکھو کون تمہیں قتل کرتا ہے؟ کہ جب قرآن پہ فیصلہ ہو گیا لڑنے کی کیا بات ہے؟ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو پتہ چلا تو انہوں نے فرمایا یہ حکم کس نے دیا ہے چنانچہ ایک طبقہ جو لڑائی کروانے والا تھا وہاں سے الگ ہو گیا۔ جنہیں خارجی کے نام سے آپ جانتے ہیں۔ یہ وہی باغی تھے جو خارجی کہلائے اور بعد میں امیر المومنین حضرت علیؓ کے لئے مسئلہ بنے رہے اور آپؓ کی جنگیں ان سے ہوئیں اور انہی ظالموں کے ہاتھوں حضرت علیؓ شہید ہوئے لیکن صفین میں حضرت علیؓ نے شام کا گورنر حضرت امیر معاویہؓ کو بحال رکھا اور عہد علویؓ میں بھی گورنر شام حضرت امیر معاویہؓ تھے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی شہادت کے بعد حضرت حسنؓ سریرائے خلافت ہوئے تو وہ شورش بڑھتی رہی کوئی چھ مہینے کے بعد آپؓ نے حضرت امیر معاویہؓ کو بلا کر فرمایا کہ چچا یہ حکومت کا جنجال آپ سنبھالئے یہ مجھ سے قابو میں نہیں آنے والا، وہ خلافت سے دست بردار ہو گئے اور حضرت امیر معاویہؓ امیر المومنین بن گئے۔ کوئی لمبا عرصہ گورنری کے بعد انہیں اقتدار واختیار منتقل ہو گیا۔ اب ان کے بعد ان کے وصال کے بعد ان کا بیٹا یزید سربراہ مملکت بنا۔ اور اس کو حضرت امیر معاویہؓ نے ولی عہد نامزد بھی کرا دیا تھا۔ اکابر صحابہؓ سے اپنی زندگی میں اس کے لئے عہد بھی لیا تھا لیکن وہ وقت وہ تھا جب قسطنطنیہ پر حملہ کرنے کے لئے حضرت امیر معاویہؓ نے لشکر بھیجا اس کا کمانڈر یزید تھا۔ اور یزید کے ماتحت لڑنے والوں میں حسنین کریمینؓ شامل تھے اور یہی یزید تھا کہ حضرت ابو ایوب انصاریؓ اس معرکے میں شہید ہوئے تو انہوں نے وصیت کی کہ شہر کے جس قدر قریب ہو سکے قسطنطنیہ کے جتنا قریب ہو سکے مجھے دفن کیا جائے۔ چنانچہ لشکر اسلام ان کی میت لے کر شہر پناہ تک گیا شہر کی دیوار تک گیا اور شہر کی دیوار کے ساتھ دفن کر دیا تو قسطنطنیہ والوں نے کہا ہم یہ قبر اکھیڑ کر پھینک دیں گے۔ تو اس پر یزید نے کہا کہ اس کا مطلب ہے کہ تم سلطنت اسلامیہ میں تمام گرجے گرا دو گے تم اس قبر کو چھیڑ کر دیکھنا۔ تو ریاست اسلامی جو افریقہ سے سائبیریا تک اور چین سے ہسپانیہ تک ہے اس میں کتنے گرجے ہیں کوئی ایک باقی نہیں رہے گا۔ چنانچہ کسی نے اسے چھیڑنے کی جُرات نہیں کی۔ قسطنطنیہ پر حملے اس لئے ہوتے رہے کہ نبی کریم ﷺ نے بشارت دی تھی کہ مسلمانوں کا جو لشکر قسطنطنیہ کو فتح کرے گا وہ سارے جنتی ہوں گے لیکن یہ بعد میں آ کر سلطان محمد فاتح رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھوں فتح ہوا اور بہر حال ہر مسلمان نے کوشش کی اس بشارت پر۔ تو اس وقت یزید وہ تھا جس کے ماتحت حضرت حسینؓ لڑتے رہے پھر اس یزید سے اتنا شدید تصادم کس بات کی دلیل ہے۔ پھر کیا یزید کربلا میں موجود تھا؟ بہت سے لوگوں نے بیعت کر لی جن میں صحابہؓ بھی تھے۔ حضرت حسینؓ نے کیوں نہیں کی؟ کیا ریاست کا قانون بدل گیا تھا؟ وہی تھا جو خلافت راشدہ سے آ رہا تھا۔ وہی عدالتیں تھیں جو خلافت راشدہ سے آ رہی تھیں۔ وہی آئین ودستور تھا جو عہد نبوی ﷺ سے آ رہا تھا کیا کسی نے قرآن بدل دیا؟ قرآن بھی وہی مانا جا رہا تھا، نمازیں بھی وہی تھیں، روزے بھی وہی تھے، سب کچھ اگر وہی تھا تو کہا یہ جاتا ہے کہ یزید اچھا آدمی تھا پھر بعد میں اس کا کردار خراب ہو گیا۔ تو اس کا ذاتی کردار اگر خراب بھی ہو تو اس کی خرابی سے تو پورے ملک میں اتنی بڑی ریاست میں کوئی فرق پڑنے والا نہیں۔ جب آئین و دستور اسلامی پر عمل ہو رہا ہے، عدالتیں اسلام کے مطابق فیصلہ کر رہی ہیں، قانون سارا شریعت کا اور قرآن کا نافذ ہے تو پھر کیا ہے؟

یزید وہ شخص ہے جس نے پہلی بار اقتدار، فوج، طاقت، حکومت، اپنی سمجھ لی تھی اور اگر یہ فیصلہ، اگر یہ خیال، اگر یہ صورت حال، حضرت امیر معاویہؓ کے عہد میں ہوتی تو حضرت حسینؓ انہی سے لڑ چکے ہوتے۔ کم وبیش ایک لاکھ انتیس ہزار سالانہ وظیفہ تھا۔ حضرت حسینؓ کا جو حضرت امیر معاویہؓ انہیں نواسہ رسول اللہ ﷺ سمجھ کر ان کی خدمت کے لئے ادا کرتے تھے۔ انہوں نے کبھی اس پر اعتراض نہیں کیا، وہ تو وصول کرتے رہے کبھی ان کے ساتھ جنگ کا، تصادم کا خیال تک نہیں آیا۔ جب یزید سریرائے خلافت ہوا، اور نام کا تو امیر المومنین بنا، لیکن ایک بہت بڑی تبدیلی آئی کہ اس نے ریاست کو، سلطنت کو، اقتدار کو، اختیار کو، طاقت کو، فوج کو، اپنا سمجھ لیا تھا اور یہ پوراجو اسلامی تاریخ کا ایک تسلسل آرہا تھا اس میں اتنی بڑی تبدیلی تھی جو کسی ایک فرد کے کافر ہوجانے سے کہیں بہت بڑی تھی۔ ایک شخص اگر مرتد بھی ہوجاتا تو اسلام کا کیا بگڑتا؟ اللہ دس بندوں کو اور ہدایت دے دیتا لیکن ایک طرز ریاست جو محمد رسول ﷺ نے مقرر فرمایا تھا اس ڈگر سے پوری قوم کو ہٹانے کا اس ریل گاڑی کو دوسری پٹڑی پر ڈالنے کا کام شروع ہوگیا تھا جس کے آگے حضرت حسینؓ کھڑے ہوگئے وہ ٹرین گزر گئی۔ سارا خانوادہ نبوی ﷺ خاک وخون میں لوٹ گیا، اس کے نیچے کرچی کرچی ہوگیا، لیکن تاریخ کو زمانے کو یہ بتایا گیا کہ اسلام کیا ہے اور کس کے لئے ہے۔ کسی فرد واحد کی طاقت نہیں، کسی فرد واحد کی حکومت نہیں، کوئی فرعون نہیں مانا جائے گا، کسی فرد کے فیصلے نہیں مانے جائیں گے، سارے فیصلے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اللہ ﷺ کے ہونگے اور سربراہ سلطنت ان کا امین ہوگا، اور ان کی طرف سے فیصلے نافذ کرنا اس کی ذمہ داری ہوگی۔ اپنے فیصلے نافذ کرنے کی اجازت نہیں دی جاسکتی، یہ حقوق انسانی کا مسئلہ تھا۔

غیر مسلموں کے، ذمیوں کے، کافروں کے بھی انسانی حقوق تھے جو متاثر ہوئے تھے۔ یہ انسانیت کے حقوق کا مسئلہ تھا جس کی قیمت حضرت حسینؓ نے چکائی اور ادا کی اور دونوں راستے واضح کردیئے کہ حق کا راستہ کون سا ہے؟ اور باطل کی بنیاد کہاں سے پڑتی ہے؟ بڑے دکھ کی بات ہے کہ ہم نے واقعہ تو یاد رکھا ہمیں دکھ ہوتا ہے چونکہ ہمیں خاندان نبوت ﷺ سے عشق ہے، پیار ہے، محبت ہے، لیکن ہم نے کبھی یہ سوچنے کی تکلیف گوارا نہیں کی کہ آخر انہوں نے اتنی بڑی قربانی کیوں دی اور اگر حقوق انسانی کے لئے دی تو کیا میں اور آپ حقوق انسانی غصب تو نہیں کررہے؟ کیا ہم دوسروں کے حقوق کے لئے دفاع کرتے ہیں؟ ان کی مدد کرتے ہیں؟ مظلوم کی مدد کرتے ہیں؟ ظالم کا ہاتھ روکتے ہیں یا ہم بھی ظالم سے وظیفے لے کر اس کے لئے زندہ باد کے نعرے لگانے والوں میں ہیں!

گذشتہ نصف صدی سے زیادہ عرصہ گزر گیا۔ اسلام کے نام پر ہم نے ملک حاصل کیا اور ہمارا سب سے بڑا مسئلہ ہی اسلام بن گیا ہے کہ اسلام نہیں نافذ ہوسکتا یہ بڑا کٹھن کام ہے۔ بھئی کیا مشکل ہے اسلام میں؟ کیوں نافذ نہیں ہوسکتا؟ ایک تو معاشی مشکل ہے۔ معاشی مشکل یہ ہے کہ سود بند کردو تو امیر جو امیر تر ہورہا ہے وہ رک جائے، غریب کو بھی کھانے کو مل جائے گا، تو امراء غریب کو کھانے کو دیں تو کل وہ ان کی گریبان پکڑیں، وہ تو نہیں دیں گے۔ کہتے ہیں کہ یہ غریب، غریب سے غریب تر ہوتا چلا جائے۔ اس لئے اسلام نافذ نہیں ہوسکتا، سود ہم بند نہیں کرنا چاہتے۔ اسلام نافذ نہیں ہوسکتا کہ فرد واحد کی مرضی نہیں چلنے دیتا۔ سارے لاؤ لشکر، سارے سرکاری وسائل، ساری فوجیں، ساری حکومت، سارے خزانے، ایک شخص کی حفاظت کے لئے اور اس کی صوابدید کے لئے ہیں۔

باقی کچھ نہیں جو سر اٹھائے گا اس کا سر قلم کر دو جو بات کرے اس کی زبان کاٹ دو۔

میں نہیں کہتا آپ فیصلہ کریں کیا یہ حسینیت ہے یا یزیدیت ہے؟ بڑے بڑے جبہ و دستار اور عمامے باندھے ہوئے عصا اُٹھائے ہوئے جو لوگ زندہ باد کے نعرے لگا رہے ہیں یہ کس لشکر میں ہیں؟ کس صف میں کھڑے ہیں؟ اور ہم یا تو کوئی مجلس پڑھا کر یا جا کر ماتم کر کے یا گھر میں دیگ پکا کر بے فکر ہو جاتے ہیں کیا ہم نے اس قربانی کربلا کا حق ادا کر دیا؟ بس اتنی سی بات تھی جو یہ چند مسکینوں میں چاول پکا کر بانٹ دو، یا چند لوگوں کو حلوہ کھلا دو، یا ختم قرآن مجید کر دو، یا پھر گلی میں جمع ہو کر شور شرابا کر کے رو پیٹ کر گھر چلے جاؤ قصہ ختم ہو گیا۔ کیا یہ مقصد تھا اتنی بڑی عظیم قربانی کا؟ آپ کیا سمجھتے ہیں کہ آقا نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کے خون کی اہمیت اور عظمت کیا ہے؟

اللہ کا رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام جو جوتا پہنتا ہے وہ جوتا ذاکر ہو جاتا ہے اس کی نس نس سے اللہ کا نام نکلتا ہے وہ منور ہو جاتا ہے، جو کپڑا پہنتا ہے وہ منور ہو جاتا ہے، جس سواری پہ بیٹھتا ہے وہ جانور دنیا کے جانوروں سے سرفراز ہو جاتا ہے جس زمین پہ قدم رکھتا ہے زمین کا وہ چپہ چپہ دوسری زمین سے اس طرح ہو جاتا ہے جس طرح آسمان پر چاند، اور اللہ کا وہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم جس پر شجر و حجر درود پڑھتے ہیں جس طرف رخ فرماتے ہیں پتھر بھی صلوٰۃ والسلام پڑھتے ہیں درخت بھی صلوٰۃ والسلام پڑھتے ہیں اللہ کا وہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم جس کے در پر فرشتے آتے ہیں تو اندر آنے کی اجازت لیتے ہیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دنیا سے وصال فرمانے والے ہیں۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ کی گود میں ہیں اور سر مبارک ان کے سینہ پاک پر رکھا ہوا ہے۔ حضرت فاطمہؓ صاحبزادی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جگر گوشہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم پاس ہیں اور گلی سے آواز آتی ہے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اندر آنے کی اجازت ہے؟ حضرت فاطمہؓ نے جھڑک دیا کون ہے؟ دیکھ نہیں رہے ہو اللہ کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تکلیف میں ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طبیعت ناساز ہے، تو کون ہے اجازت لینے والا۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں بیٹا یہ تیرے باپ کا دروازہ ہے ورنہ یہ کسی سے پوچھ کر نہیں جاتا پوچھنے والا ملک الموت ہے اور یہ تیرے بابا کا دروازہ ہے جہاں سے اجازت لے رہا ہے۔

اب اللہ کے ایسے بندوں کو جو اس گھر کے باسی ہوں، لب دریا ظلم سے، جور سے، بھوکا پیاسا، بے کس بنا کر شہید کر دیا جائے۔ کیا وہ شہید ہوتے؟ اگر بات مان لیتے اور لوگوں نے بھی مان لی تھی وہ بھی بیعت کر لیتے اگر وہ بھی بیعت کر لیتے تو بات یہ ہوتی کہ خیر ہے جو بھی چاہے اور جو چاہے ٹھیک ہے، کلمہ پڑھتا رہے، نماز پڑھتا رہے، بس اسلام کو کوئی خطرہ نہیں، ٹھیک ہے۔ اسلام ذاتی کلمے، نماز، روزے کا نام نہیں ہے اسلام اللہ کی مخلوق کے ساتھ تعلقات کا نام ہے۔ اللہ کے ساتھ تعلق، اللہ کے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تعلق اور اللہ کی مخلوق کے ساتھ تعلق کا نام اسلام ہے۔ اللہ کے ساتھ ایمان کا اور عبادت کا تعلق ہے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ ایمان اور اطاعت کا تعلق ہے، مخلوق کے ساتھ حق و انصاف کا تعلق ہے! جہاں بھی جو چیز بھی گرے گی اسلام کا ستون گر جائے گا۔ اللہ سے تعلق تو لوگ زبانی دعویٰ کر کے ہی بنا لیتے ہیں۔ ہم کہتے ہیں کہ میں اللہ کو مانتا ہوں، اللہ جانے اور ماننے والا جانے۔ کسی کو کیا خبر ہے؟ مانتا ہے نہیں مانتا۔ ہم نمازیں پڑھ لیتے ہیں، کیا خبر ہے دل سے پڑھ

رہا ہے یا دکھاوے کی پڑھ رہا ہے۔ ہم نبی کریم ﷺ جیسا حلیہ بنالیتے ہیں کیا خبر دل سے پڑھ رہے ہیں یا دکھاوے کی پڑھ رہے ہیں ہم نبی کریم ﷺ جیسا حلیہ بنالیتے ہیں کیا خبر دل سے بنایا ہے یا محبت سے، یا رواجاً بنایا ہے۔ اگرچہ اب عبادتیں بھی کم ہو رہی ہیں، نمازیں بھی چھوٹ رہی ہیں، سنتیں بھی چھوٹ رہی ہیں، لیکن پھر بھی اس میں تو کوئی مشکل نہیں لیکن جب معاملہ اللہ کی مخلوق سے آتا ہے تو ہر وہ بندہ جس سے آپ معاملہ کرتے ہیں وہ جج بن جاتا ہے کہ یہ میرے ساتھ کیا کر رہے ہو؟ اگر اس کو نکال دو تو باقی اسلام کیا بچا؟ یہ وہ بات تھی جسے قائم رکھنے کے لئے نواسہ رسول اللہ ﷺ نے پورا خاندان نبوت قربان کر دیا۔ کیا حضرت حسینؓ نے یہ نہ سوچا ہوگا کہ روز حشر آقائے نامدار ﷺ مجھ سے بھی پوچھ بیٹھیں گے کہ تم نے میری بچیوں کو کیوں رُلایا؟ کیوں انہیں صحراؤں کی خاک چھنائی؟ اور تم نے میرے جگر گوشوں کو کیوں نوک سناں پر چڑھایا؟ تم کون ہوتے ہو؟ مان لیتے تم، حضرت حسینؓ کے پاس جواب ہوگا سوائے اس کے کہ دو ہی باتیں تھیں یا خونِ نبوت بہا کر یہ لکھ دیتا کہ حق، حق ہے اور باطل، باطل ہے اور باطل کی اطاعت نہیں کی جائے گی اور یا ہم باطل کو دندنانے کا موقع دے دیتے قربانی کربلا نے قیامت تک یہ تحریر لکھ دی کہ جو شخص بھی اپنی من مانی کی حکومت کرے گا اس کی اطاعت نہیں کی جائے گی اسلام اسی کی اطاعت کا حکم دے گا۔ جو اللہ کا قانون نافذ کرے گا، اللہ کے رسول اللہ ﷺ کا قانون نافذ کرے گا، اور اللہ کی کتاب کا قانون نافذ کرے گا۔ بڑے بڑے علامے، بڑے بڑے فضلا، عہد حاضرہ کے بڑے بڑے مجتہد اور دینی رہنما لاکھوں روپوں کے فنڈز تو لے رہے ہیں، کروڑوں روپے تو اسمبلی پہ خرچ ہو رہے ہیں، وردی پہ تو اعتراض ہے، ایل ایف او پہ تو اعتراض ہے، نظام اسلام کے لئے تو کوئی بات بھی نہیں کرتا۔ اور اس میدان کو میدان کربلا سمجھا جائے تو تو مجھے گن کر بتایئے ملک میں کتنے حسینی ہیں؟ کون سی سیاسی جماعت، کون سی دینی جماعت، کون سے علامہ صاحب، کون ہیں آج حسینؓ کی صف میں؟ اور یہ ڈھول بجانے سے، مرثیے پڑھنے سے، دیگیں پکانے سے، بات نہیں بنے گی اس کا مطلب ہے کہ ہم نے اس قربانی کی اہمیت کو سمجھنے کا تکلف ہی نہیں کیا۔ ہم کچھ نہیں کر سکتے کم از کم اپنے اس ایک وجود کو تو سیدھا کر سکتے ہیں۔ ہم تو یزید نہ بنیں، یہاں تو ہر فرد میں کسی میں چھوٹا، کسی میں بڑا، یزید چھپا بیٹھا ہے! جس کو جو ملتا ہے کسی کا چھین لیتا ہے، جس کسی کی عزت قابو آتی ہے لوٹ لیتا ہے۔ تو کربلا ایک سانحہ، ایک واقعہ ہے، حادثہ ہے میں یہاں سے سڑک پر نکلتا ہوں گاڑی آتی ہے ٹکر لگتی ہے مر گئے، یہ حادثہ ہے۔ ایک گاڑی کو روکنے کے لئے سینہ تان کے کھڑا ہو جاتا ہوں کہ نہیں گزرنے دوں گا اور وہ اوپر سے گزر جاتی ہے۔ یہ حادثہ نہیں یہ ایک واقعہ ہے۔ اس میں کسی کا کوئی جذبہ ہے، کچھ جذبات ہیں، کوئی بات ہے، کسی چیز نے اسے کھڑا ہونے پہ مجبور کر دیا، کربلا سانحہ نہیں ہے، حادثہ نہیں ہے، واقعہ ہے عمداً جان بوجھ کر بیعت کر لیتے، جھگڑا ختم ہو جاتا، کیوں نہیں کی؟ اس لئے نہیں کہ اس عالم میں، اس سوچ کے بندے کی بیعت نہیں کروں گا اگر میں بھی بیعت کرلوں تو قیامت تک لوگ من مانیاں کرنے کا ایک دروازہ کھول دیں گے۔ یہ بات نہیں مانی جائے گی آج اللہ کی کون سنتا ہے، کون نبی ﷺ کے فرمان کو مانتا ہے، کون دین کی پرواہ کرتا ہے، اور کون اسے روکنے والا ہے!

ہاں! بس قوم نے آسان سارا راستہ اپنا لیا۔ کسی نے مرثیے پڑھے، کسی نے دوہڑے پڑے، کسی نے سینہ کوبی کر لی، کسی نے دیگ پکائی، کسی نے حلوہ پکایا، کسی نے روزہ رکھ لیا اور عید کی طرح ایک یوم عاشورہ

منا کر سارے جنتی ہو کر چلے گئے، ہر کوئی سمجھتا ہے میں نے جنت خرید لی ہے۔ بھئی جنت اس کی اپنی ہے مفت میں دے اور سب کو دے۔ ہم تو کہتے ہیں سب کو دے کہ اتنی مخلوق نہیں ہے جتنی وسیع اس کی جنت ہے اور سب کو بے حساب دے۔ پھر بھی اس کی رحمت ختم نہیں ہوتی۔ اس کی کوئی حد نہیں ہے۔ دے سب کو دے ہمیں کیا اعتراض ہے؟ لیکن اس کا اپنا فیصلہ ہے کہ راستہ ایک ہی ہے جو محمد رسول اللہ ﷺ کے قدموں سے ہو کر گزرتا ہے۔ آپ ﷺ کے ساتھ مقابلہ کر کے آؤ گے تو پھر جنت کا راستہ نہیں پاؤ گے، غلامی اور اطاعت کا ایک ہی راستہ ہے۔

میرے بھائی! محرم تو ہر سال آتا ہے۔ ہنگامے بھی ہر سال ہوتے ہیں لیکن کیا کوئی ایسا سال بھی آئے گا جو نتیجہ خیز بھی ہوگا۔ کسی تبدیلی کا سبب بھی بنے گا۔ ایک بات آپ کو میں بتا دوں کہ ایسا سال ضرور آئے گا اور جگہ جگہ کربلائیں سجیں گی اور بڑا خون بہے گا حق غالب آئے گا اور باطل کو منہ کی کھانی پڑے گی یہ طے ہے کہ انشاء اللہ ایسا ہوگا اب کون کس طرف ہے یہ ہمیں دیکھنا ہے کہ ہم کس صف میں ہیں۔ حسن نثار نے ایک شعر کہا تھا کہ

میرا حسینؓ ابھی کربلا نہیں پہنچا
میں حُر ہوں اور لشکر یزید میں ہوں

حضرت حرعینؒ کربلا میں کوفیوں کا لشکر چھوڑ کر حضرت حسینؓ کے ساتھ شامل ہو گئے اور ان کے ساتھ شہید ہو گئے۔ تو اس نے کہا میں حُر ہوں مگر لشکر یزید میں ہوں۔ تو میں نے ایک شعر کہا تھا۔

میرا حسینؓ سدا کربلا میں رہتا ہے

کربلا کوئی ایسا واقعہ نہیں کہ یہ تو ہر ہر لمحہ بپا ہے۔ ہر ہر لمحہ زندگی کا کربلا ہے کہ آپ کس طرف جا رہے ہیں؟

میرا حسینؓ سدا کربلا میں رہتا ہے
میں حُر ہوں کسی یزید کا غلام نہیں

تو محترم یہ چونکہ سارے احباب لکھتے ہیں۔ شاید اگلے دن میں نے بھی کچھ لکھا تھا چلو اسی پہ جو کچھ ہم نے لکھا ہے اسے مرثیہ پڑھیں، مدح پڑھیں، اسے تاریخ پڑھیں، ثنا پڑھیں، تاریخ سمجھیں، جو بھی ہے اس پہ بات کو ختم کرتے ہیں کہ

ظلمت شب بڑھتی ہی جاتی ہے الٰہی
ہو کرم تیرا اب تو ہمیں صبح جلی دے
پُر خار ہوا چاہتا ہے ہر سرو سمن تک
مہکے گا گلستان جو طیبہ کی کلی دے
مالی تھے کبھی آج وہ گل چین ہوئے ہیں
اس دیس میں اب ایک مدینہ کی گلی دے
اس عہد کے فرعون وہ فرعون نہیں ہیں
چاہیے نہ عصا یہاں تو صرف ایک ڈلی دے
ہر روپ میں ہر سمت، ہی اک کرب و بلا ہے
اس آس پہ زندہ ہیں کہ اب باس ولی دے
ہے لشکر کوفی تو آمادہ پیکار
دے ہم کو خدایا تو حسینؓ ابن علیؓ دے
تو اللہ اس قوم کو ایک حسینؓ دے دے۔

وآخر دعونا ان الحمد اللہ رب العلمین

معجزہ اور کرامت

حضرت زکریا علیہ السلام خوب جانتے تھے کہ اللہ قادر ہے۔ وہ خود صاحب معجزہ نبی تھے۔ ولی اللہ کی کرامت بھی برحق ہے حضرت مریم علیہ السلام بھی ولی تھیں۔ کوئی خاتون نبی نہیں ہوئی۔ نہ ان کی والدہ نبیہ نہ یہ نبی تھیں لیکن ولی ضرور تھیں ولی اللہ کی کرامت بھی ثابت ہے کہ وہ جو چیزیں عقل کے احاطے میں نہیں آتیں۔ وہ صادر ہوتی رہتی ہیں۔ اور یہ منجانب اللہ ہوتی ہیں۔ نبی کا معجزہ فعل اللہ کا ہوتا ہے۔ صادر نبی کے ہاتھ پر ہوتا ہے۔ ولی کی کرامت فعل اللہ کا ہوتا ہے اور ولی کو باتباع نبی نصیب ہوتی ہے جس طرح نبی کو براہ راست ذات باری سے معجزہ نصیب ہوتا ہے۔ ولی کو براہ راست کوئی نعمت نہیں ملتی۔ دامان رسالت کا خوشہ چین ہوتا ہے۔ ولی کو باتباع محمد رسول اللہ ﷺ یا باتباع نبی یہ نعمت نصیب ہوتی ہے۔ فعل اللہ کا ہوتا ہے اور کرامت ولی کی بن جاتی ہے۔

(اقتباس از اکرم التفاسیر سوئم)

تعاون
اسلم ٹیکسٹائل ملز لمیٹڈ
مینوفیکچررز آف پی سی یارن
پُل کوریاں، سمندری روڈ فیصل آباد فون 2-2667571-041

عظمت صحابہ رضی اللہ عنہ تعالیٰ

امیر محمد اکرم اعوان
خطبہ جمعة المبارك

بسم الله الرحمن الرحيم

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًاo

مذہب کی ضرورت : یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ جہاں تک انسان کی تاریخ ہے وہاں تک انسان کے ساتھ مذہب موجود ہے تاریخ میں ایسے لوگ ملتے ہیں جہاں انسانی تہذیب انسانوں میں نہیں ملتی ان کی زندگی جانوروں کی طرح غاروں میں، اور پہاڑوں میں، اور جنگلوں میں بسر ہوتی نظر آتی ہے لیکن ان جنگلوں میں بھی ان کی درندگی میں بھی مذہب کے نام سے ان میں کوئی چیز ضرور موجود ہوتی ہے خواہ وہ کوئی رسم ہو خواہ وہ کسی سانپ کی پوجا کر رہے ہوں کسی درخت کی پوجا کر رہے ہوں کسی انسان کی بات سن رہے ہوں مذہب ضرور ہوتا ہے اور یہ اس بات کی دلیل ہے کہ جس طرح باقی ضروریات ہیں مذہب بھی انسانیت کی ضرورت ہے۔

اب رہی یہ بات کہ مذہب کے نام پر انسانیت کو کتنے فریب دیئے گئے اور کہاں کہاں اسے واقعی مذہب نصیب ہوا تو اس پر بھی کسی خارجی دلیل کی ضرورت نہیں ہے کہ ہمیشہ حق وہیں نصیب ہوا جہاں اللہ کے نبی مبعوث ہوئے اللہ کے رسول ﷺ مبعوث ہوئے انبیاء کے علاوہ جس کسی نے بھی انسانی کمزوری سے فائدہ اٹھایا مذہب کے نام پر مختلف ایسے طریقے ایجاد کئے جن کی بدولت چند لوگ عیش کرتے رہے اور باقی ان کی خدمت کرتے رہے۔

نظام ربوبیت: نظام ربوبیت میں جس طرح تعمیر وجود کے لئے بے شمار وسیع نظام قائم ہیں اور سورج سے لے کر ایک ادنیٰ سی ٹپکنے والی بوند تک ہوا کے ایک ہلکے سے جھونکے سے لے کر برف و باد کے طوفان تک ساری چیزیں اس عالم آب و گل کی صنعت اور تخلیق میں ہمہ وقت لگی ہوئی ہیں اور اس ساری صنعت ساری تخلیق کا حاصل کیا ہے؟

وَخَلَقَ لَكُمْ مَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا۔ کوئی درخت ہے یا جھاڑی کوئی جانور ہے یا پرندہ کوئی پانی کا جانور کوئی شئے بھی ہے نتیجتاً ان سب کی محنت محض انسانی وجود کی تعمیر پر لگی ہوئی ہے۔

اسی طرح سے روح کی تعمیر کے لئے رب کریم نے ایک روحانی نظام تعمیر فرمایا جسے ہم مذہب کے نام سے یاد کرتے ہیں اور جوں جوں، جہاں جہاں، جتنی جتنی ضرورت سمجھی گئی وہاں اتنی نورانیت اللہ جل

شانہٗ نے نازل فرمائی مختلف اقوام میں مختلف اوقات میں اَنْبِیَــاء عَلَیْهِمُ الصَّلوٰةُ وَالسَّلَام مبعوث ہوئے۔

سیدنا ابراہیم خلیل اللہ اُولُو العُزم رسول ہیں اللہ کے۔ تو جہاں وہ تشریف رکھتے تھے۔ درمیان میں ایک چھوٹا سا دریا تھا اس کے پار ہود علیہ السلام کی بستیاں تھیں تو اُس نالے یا دریا کے اِس طرف تو اطاعت فرض تھی ابراہیم علیہ السلام کی لیکن نالے کے اُس پار نبوت تھی ہود علیہ السلام کی اور اس کنارے بسنے والوں کے لئے ان کی اطاعت فرض تھی لیکن وہ زمانے ایسے تھے کہ لوگ جہاں پیدا ہوتے انہی بستیوں میں عمریں بسر کر کے دنیا سے گزر جاتے اور بہت کم ایسے ممالک یا ایسے فرد تھے جو دنیا کا یا دور دراز کا سفر اختیار کرتے۔

ضرورت اور ضرورت مند: خداوند عالم ہمیشہ ضرورت سے پہلے اس کی ضرورت کا سامان مہیا فرمایا کرتے ہیں اس کی ربوبیت کی شان ایسی ہے کہ ضرورت مند بعد میں آتا ہے اور تکمیل ضرورت کا سامان پہلے مہیا ہوجاتا ہے جب اللہ جل شانہٗ نے انسانی ذہن کو اتنی وسعت دینی چاہی کہ وہ اس کائنات کو مسخر کر سکے اور زمین کی طنابیں کھینچ دے ایک لمحے میں ایک انسان ایک ملک سے دوسرے ملک چلا جائے یا چند گھنٹوں میں چند دنوں میں روئے زمین کا سفر کرے تو جب یہ قوت پرواز متوقع کی جارہی تھی بلکہ جب لوگوں کے ذہن میں بھی یہ بات نہیں آئی تھی تو اللہ تعالیٰ نے عالمگیر نبوت عطا کردی اور آقائے نامدار ﷺ کو مبعوث فرما کر بیک وقت روئے زمین پر بسنے والے سارے انسانوں کے لئے ایک ہی نبی ایک ہی قانون ایک ہی کتاب نازل فرمادی اور پھر ایسے اولوالعزم لوگ پیدا فرمائے حضور ﷺ کی رفاقت کے لئے جنہوں نے حضور ﷺ کے پیغام کو دنیا کے کونے کونے میں پہنچادیا۔

یہ یاد رکھیں کہ حضور ﷺ کی رفاقت یا مصاحبت بھی وہی ہے یہ بھی اتفاقاً نہیں ہوئی بلکہ جس رب العالمین نے آپ کو خصوصاً نبوت سے سرفراز فرمایا آپ ﷺ کو تخلیق ہی اس منصب عالی کیلئے فرمایا رب العالمین نے اسی طرح آپ کی رفاقت کے لئے بھی مخصوص لوگوں کو تخلیق فرمایا۔ بے شمار دلائل ہیں اس پر ان میں ایک میں یہاں عرض کردوں کہ جس طرح خداوند کریم نے پہلی کتابوں میں حضور اکرم ﷺ کے اوصاف بیان فرمائے۔ پہلی امتوں پر فرض قرار دیا وہ اپنے نبیؑ کے ساتھ حضور اکرم ﷺ کی نبوت پر ضرور ایمان لائیں۔ آپ ﷺ جب بھی مبعوث ہونگے اللہ کے برحق نبی ﷺ ہونگے۔ اسی طرح حضور ﷺ کے صحابہؓ پر بھی ایمان لانا پہلی امتوں پر فرض قرار دے دیا گیا ہے اور ان کے اوصاف بھی ان کتابوں میں من و عن ایسے بیان فرمائے کہ عیسائیت کے جو علم رکھنے والے لوگ تھے وہ حلیہ اور عادات دیکھ کر پہچان لیتے تھے کہ یہ شخص محمد رسول اللہ ﷺ کا صحابی ہے۔ تو گویا اللہ جل شانہٗ ایسے ہی افراد پیدا کرنا چاہتا تھا آپ ﷺ کی رفاقت کے لئے جن کی خبر اس نے پہلے دے دی اور پھر عقل حیران ہوجاتی ہے کہ اس دور میں جب ذرائع رسل و رسائل نہیں تھے انہوں نے واقعی پوری دنیا پر آپ ﷺ کے پیغام کو پہنچا کر دم لیا۔ حضور ﷺ کی نبوی زندگی تئیس سالہ ہے، تئیس برس بعثت کے بعد آپ ﷺ اس دارِ فانی میں تشریف فرما رہے اور حضور اکرم ﷺ کے پردہ فرمانے کے ٹھیک تئیس سال بعد دنیا کا کوئی گوشہ ایسا

نہ تھا جو اسلام سے نا آشنا ہو صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین نے اس نعمت کو اتنے ہی عرصہ میں روئے زمین پر پھیلا دیا۔

صحابہ کی عظمت: ان کا ایک ایک کارنامہ اتنا عظیم تھا کہ پوری دنیا ان سے واقف ہوگئی کہ یہ کیا لوگ ہیں کیا کہتے ہیں کیا چاہتے ہیں کیا کرتے ہیں اسی پیغام کی نسبت ارشاد ہوا حضور اکرم ﷺ جب حجۃ الوداع پر تشریف لے گئے کہ جو موجود ہیں وہ یہ پیغام ان تک پہنچائیں جو موجود نہیں ہیں حجۃ الوداع کے بعد آپ ﷺ اسّی سے ایک دو دن اوپر اِس دارِ فانی میں جلوہ افروز رہے اس موقع پر عرفات میں جب آپ ﷺ تشریف فرما تھے تو اس آیت کریمہ کا نزول ہوا۔

تکمیل دین: اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا اور یہ سند بھی اسی امت کی سرفرازی کے لئے تھی اسی امت کا حصہ تھی کہ خداوند عالم نے اعلان فرمادیا کہ لوگو! اے نوع انسانی آج کے دن تمہارے لئے دین مکمل کردیا گیا ہے اس میں کوئی مزید ترمیم نہیں ہوگی، کوئی نیا نبی نہیں آئے گا ،کوئی نئی کتاب نہیں آئے گی، کوئی نیا مذہب نہیں اترے گا، کوئی نیا طریقہ عبادت نہیں ہوگا، کوئی نیا طریقہ بیع وشرا نہیں ہوگا، کوئی نئی فقہ نہیں آئے گی، کوئی نیا امام نہیں آئے گا، کوئی نئی بات نہیں ہوگی۔

اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ تمہارا دین آج مکمل کردیا گیا ہے اور ایسا مکمل کیا اَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ کہ بڑی سے بڑی نعمت جو انسانیت اپنے خالق سے لے سکتی ہے وہ تم پر تمام کردی گئی ہے یعنی اس سے زیادہ مخلوق اپنے خالق سے کوئی انعام نہیں لے سکتی۔

اَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا

یہ بشارت سن کر صحابہ کرامؓ بہت خوش ہوئے یہ بہت بڑی بات تھی قیامت تک کے لئے دین مکمل کردیا گیا تھا اور اللہ کا انعام تمام ہوا بہت بڑی نعمت عطا فرمائی گئی۔ جب بھی کوئی اہم بات ہوتی تھی تو صحابہ کرامؓ کی نگاہ حضور اکرم ﷺ کے بعد ابوبکر صدیقؓ پر جا کر ٹھہرتی تھی تو سب نے نگاہ دوڑائی کہ کہیں صدیق اکبرؓ نظر آئیں تو انہیں مبارک دیں ان سے بات کریں تو دیکھا ایک کونے میں بیٹھے ہیں اور آنسو رواں ہیں انہوں نے عرض کی حضرت خوشی کا مقام ہے ہم تو مبارک عرض کرنے کے لئے آپ کو تلاش کررہے تھے آپ ایک کونے میں چھپے ہیں اور رو رہے ہیں تو انہوں نے کہا کہ بات تو خوشی کی ہے لیکن اسی خوشی کے ساتھ ایک خبر اور بھی ہے کہ جب دین مکمل ہوگیا تو پھر دین پہنچانے والا اس دارِ فانی میں کب رہے گا یعنی اس میں مجھے تو یہ خبر نظر آتی ہے کہ حضور اکرم ﷺ چشم عالم سے پردہ فرما جائیں گے اور وہی بات ہوئی اس کے بعد حضور اکرم ﷺ تین مہینے سے کم عرصہ دارِ فانی میں رہے پھر دارِ بقا کو تشریف لے گئے۔

تو گویا نبی کریم ﷺ کا دنیا سے سفر فرمانا بابِ نبوت کو بند کردیتا ہے اور آپ ﷺ سارے قرآن حکیم پہ نگاہ ڈالئے تو آپ کو حضور ﷺ کے ساتھ آپ ﷺ سے پہلے مبعوث ہونے والے نبیوں پر ایمان لانا ضروریات دین میں سے نظر آئے گا

ختم نبوت: يُؤْمِنُوْنَ بِمَا اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَا اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ من بعد کی بات قرآن میں نظر نہیں آئے گی کہ یہ ماننے والے آپ کو مانیں، آپ سے پہلوں کو مانیں، آپ سے پہلی کتابوں پر ایمان لائیں، لیکن پورے قرآن میں آپ کو یہ بات نہیں ملے گی کہ آپ کے بعد کسی آنے والے کو ماننا ضروری ہے۔ یعنی کوئی بعد میں آنے والا ہے ہی نہیں۔

دین کیا ہے؟ دین ان عقائد، عبادات اور معاملات کا نام ہے

جو حضور اکرم ﷺ نے تعلیم فرمائے دین ان اعمال کا نام ہے جو حضور ﷺ نے تعلیم فرمائے۔ آپ ﷺ کا پہنچایا ہوا طریقہ ہی دین ہے اس میں بڑھانا بھی دین نہیں ہے اور اس میں کمی کرنا بھی دین نہیں ہے کسی کو اختیار نہ رہا کہ اس پر کوئی ایک نقطہ بڑھاتا یا گھٹاتا۔

لیکن جو حالت پیش آئی حضور اکرم ﷺ کے سفر آخرت کے بعد شاید آپ یہ اندازہ کر سکیں کہ پوری دنیا کا کفر اسلام کی اس روز افزوں پنپتی ہوئی سلطنت کی ہیبت سے دب رہا تھا مگر جیسے حضور اکرم ﷺ کے وصال کی خبر عام ہوئی تو منافقین سے لے کر کفار تک بیک وقت کھڑے ہو گئے کسی نے زکوٰۃ کا انکار کر دیا کسی نے ارتداد کا اعلان کر دیا کسی نے اپنے نبی ہونے کا اعلان کر دیا اور کافر ریاستیں اس بات کو دیکھنے لگیں کہ اب اس چھوٹی سی سلطنت کو تو یہی اپنے ہی لوگ کافی ہیں اور اگر ان سے بچ نکلی تو ہم ان سے نبٹ لیں گے اور یہ اتنا سخت ترین لمحہ تھا اسلام پر کہ حضور اکرم ﷺ کے وصال کے بعد پھر آج تک ایسا لمحہ نہیں آیا۔

ابوبکر صدیقؓ کی عظمت: سیدنا ابوبکر صدیقؓ اگرچہ وجود میں نحیف و نزار تھے اور عمر رسیدہ تھے خمیدہ کمر تھے لیکن آپ نے فوراً مرتدین کے خلاف بھی جہاد کا اعلان فرما دیا منکرین زکوٰۃ کے خلاف بھی وصولی زکوٰۃ کا اعلان فرما دیا اور مدعیان نبوت کے خلاف بھی جہاد کا اعلان فرما دیا۔ اکثر صحابہ نے عرض کی حضرت یہ جنگی قاعدے کے خلاف ہے ہمارے پاس مٹھی بھر جانثار ہیں اور بیک وقت اتنی سمتوں میں ہم کس طرح لڑ سکیں گے جب کہ ابھی فارس اور قیصر دروازے پر بیٹھے ہیں اور وہ دیکھ رہے ہیں کہ انہیں کب موقع ملے ہم انہیں مسل دیں تو آپؓ ان سے کسی کے ساتھ سمجھوتہ کر لیں خیر ہے منکرین کو تو چندے برداشت کر لیں، مرتدوں سے لڑ لیں اور جو زکوٰۃ میں رعایت مانگتے ہیں ان سے سمجھوتہ کر لیں نئی نبوت کا جو اعلان کر رہے ہیں ان سے لڑ لیں اس طرح سے کوئی طریقہ بنائیں تو آپ نے فرمایا:

اگر مدینہ میں میں اکیلا رہ جاؤں اور مجھے یہ خوف ہو کہ مجھے بھڑیئے پھاڑ کر کھا جائیں گے تب بھی میں ان سب کے خلاف اعلان جہاد کر دوں گا اور اللہ کی قسم اسی بات میں جو حضور اکرم ﷺ نے ہم تک پہنچائی ہے ایک نقطہ کم نہیں ہوگا اور ایک نقطہ زیادہ نہیں ہوگا جب تک ابوبکر زندہ ہیں۔ دنیا کی کوئی طاقت اس میں ایک نقطہ بڑھا سکے گی ایک نقطہ گھٹا نہ سکے گی۔

مانعین زکوٰۃ: اور واقعی آپ نے یہ کر دکھایا کہ دین کیا ہے وہی جو حضور اکرم ﷺ نے پہنچا دیا اب اگر اس میں ان لوگوں نے بھی کوئی چیز کم کرنے کی کوشش کی جو حضور اکرم ﷺ کے ساتھ مومن ہونے کا دعویٰ رکھتے تھے آپ کے عہد میں اپنے آپ کو مومن کہلاتے تھے اور آپ کے وصال کے بعد بھی ایمان کے مدعی تھے جیسے انہوں نے ایک چھوٹی سی بات نکالی کہ بھئی جو زکوٰۃ ہم مرکز کو دیتے تھے اس کے لئے تو حضور اکرم ﷺ کی ذات تھی جب حضور اکرم ﷺ تشریف لے گئے نبی نہ رہا تو دوسرے غیر نبی کو ہم زکوٰۃ کیوں دیں بھلا ہم دیں نہ دیں ہمارا ذاتی مسئلہ ہے، ہم مرکز کو نہیں دیں گے انہوں نے نبوت کا انکار نہیں کیا آپ کی شریعت کا انکار نہیں کیا ایک فعل کی تاویل کی تھی انہوں نے کہ حضور اکرم ﷺ کی ذات ایسی تھی کہ ہم اپنی زکوٰۃ وہاں بھیج دیتے تھے پھر آپ مصارف زکوٰۃ میں سے جس مصرف پر مناسب جانتے خرچ فرما دیتے تھے لیکن آپ کے بعد تو کوئی نبی نہیں ہے کہ ہم ان کو پیش کریں یہ محض ایک حیلہ تھا ایک عبادت سے فرار اختیار کرنے کا تو ان کا وہ ایمان جو وہ حضور اکرم ﷺ کے سامنے لائے تھے وہ ان کے سامنے نہ ٹھہر سکا

بلکہ یہ جرم کہ وہ دین میں ایک تاویل ایک ناروا تاویل بڑھانا یا گھٹانا چاہتے تھے یہ جرم اتنا سخت ہوگیا کہ ان کے ساتھ جہاد کیا گیا ان کے ساتھ قتال کیا گیا اور مرنے والوں کو مرتدوں میں شمار کیا گیا سوائے ان لوگوں کے جن کو توبہ نصیب ہوگئی ان کا جنازہ نہیں پڑھا گیا ان کو مسلمانوں کے ساتھ دفن نہیں کیا گیا کافروں کی طرح انہیں قتل کیا گیا کیوں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے دین سے ایک بات گھٹانا چاہتے تھے۔

مدعیانِ نبوت: عرب میں سب سے سخت ترین علاقہ یمامہ کا ہے وہ لوگ اپنی جگہ کڑیل جوان تنومند سخت مزاج تند خو لڑنے والے تھے۔ مسیلمہ نے وہاں اپنی نبوت کا اعلان کر دیا اور جس دن وہ قتل ہوا اس کے ساتھ چالیس ہزار افراد تھے لیکن صدیقی افواج نے انہیں گاجر مولی کی طرح کاٹ کر رکھ دیا اور اس بے جگری سے لڑے کہ قلعہ بند مسیلمہ کو دیوار پھاند کر لڑتے بھڑتے فوجوں کے اندر سے جا کر پکڑ لائے اور سر کاٹ دیا ان کا یہ فعل ہی مسیلمہ کی فوج کی شکست کا سبب بن گیا چند جانثاروں سے ایک شخص نے کہہ دیا مجھے اٹھا کر قلعہ کی دیواروں کے اندر کیوں نہیں پھینک دیتے ایک آدمی کو اٹھا کر دیوار کے اندر پھینک دیا گیا تو دیوار کے ساتھ پشت لگا کر اس نے لڑنا شروع کر دیا اور لڑتا لڑتا زخموں سے چور سسکتا کھسکتا قلعے کے دروازے تک چلا گیا اور اندر سے کنڈا کھول دیا پوری اسلامی فوج قلعے میں داخل ہوگئی۔

اجماعِ صحابہؓ: تو صحابہؓ کا سب سے پہلا عمل اور سب سے پہلا اجماع صدیقی خلافت کے بعد اسی بات پہ منعقد ہوا تھا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے دین میں سے کوئی شخص ایک نقطہ گھٹانا چاہے یا بڑھانا چاہے تو اس کے ساتھ قتال فرض ہے جہاد فرض ہے اس کو کبھی نہیں چھوڑا جائے گا چونکہ یہ اتنی بڑی امانت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے کسی کو نہیں دی گئی۔

تاریخ گواہ ہے اللہ کریم نے اپنا وعدہ پورا فرمایا اور خادمانِ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ نصرت فرمائی جسے آج تک کوئی سمجھ نہیں سکا کہ صحراؤں کے سینے سمٹ گئے، سمندر پایاب ہوگئے، پہاڑوں کی بلندیاں جھک گئیں اور اس سیل رواں کو کوئی روک نہیں سکا دنیا کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک کوئی طاقت ایسی نہ رہی جو مقابلے میں رہتی۔

دشمنانِ اسلام: اور یاد رکھیں کہ دشمنانِ اسلام میں سب سے پہلا دشمن یہودی ہے یہ طے شدہ بات ہے یہ وہ بے نصیب قوم ہے جس نے بعثت سے لے کر وصال تک سب سے زیادہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذا پہنچائی۔ مشرکین مکہ بھی مکہ سے چل کر علمائے یہود کے پاس مدینہ اور یثرب میں آتے تھے اور یہاں سے اعتراض پوچھ کر جاتے تھے جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پہ اعتراض کیا کرتے تھے جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ تشریف لائے تو یہود نے معاہدہ صلح کا کر کے دھوکہ دیا اور یہ یہود ہی تھے جو پورے جزیرۃ العرب کو جمع کر کے لائے اور غزوہ خندق کا سبب بنے تھے اور یہ یہود ہی تھے جنہیں رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ملک بدر کر دیا تھا۔

یہود کی بدنصیبی: یعنی وہ رحم و کرم کا پیکر جو کافروں کے لئے بھی راتوں کو کھڑا ہو کر رویا کرتا تھا بارگاہ الٰہی میں کہ خدایا یہ تیرے بندے ہیں جہنم میں جائیں گے اس کے دامن عفو میں بھی ان یہودیوں کے جرائم نہیں سما سکے اور یہ ایسی بدنصیب قوم ہے کہ حدیبیہ کے روز حضور صلی اللہ علیہ وسلم مکہ کے دروازے پر بیت اللہ کے دروازے پہ تشریف رکھتے ہیں کفار مانع ہیں کفار روکتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب دیکھا ہے نبی کا خواب وحی ہوتا ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس اعتماد پہ چلے ہیں صحابہؓ بھی اس بات پہ مصر ہیں کہ یا رسول اللہ

ﷺ جب آپ نے خواب دیکھا ہے آپ اللہ کے برحق نبی ہیں ہم یہاں سے کیسے واپس جائیں ہم تو مکے میں داخل ہونگے اللہ کریم نے حکم دے دیا اِنَّا فتحنالك فتحاً مبینا۔ ہم نے تمہارے لئے بہت واضح فتح مقدر کردی ہے اور آپ کا یہ خواب سچ ہوگا آپ مکہ مکرمہ میں ایسے داخل ہونگے کوئی خوف و خطر نہیں ہوگا طواف کریں گے، احرام باندھیں گے سب کچھ ہوگا لیکن اس سے پہلے ایک کام ضروری ہے یہاں معاہدہ کر کے پلٹ جایئے اور پہلے خیبر کے یہود کی خبر لیجئے مکہ والے مشرکوں سے پھر بات ہو جائے گی یعنی حضورا کرم ﷺ مکے کے دروازے پہ بیٹھے ہیں وحی الٰہی یہ آتی ہے کہ آپ یہاں صلح کا معاہدہ کریں یہاں سے پلٹ جائیں اور پہلے خیبر کے یہود کی خبر لیں اور اس سے زیادہ خطرناک ہیں۔

حضورا کرم ﷺ معاہدہ کر کے وہاں سے پلٹے مدینہ منورہ میں قیام نہیں فرمایا اور کسی نئے آدمی کو ساتھ جانے کی اجازت نہیں دی فرمایا یہ میرے ساتھ وہ لوگ ہیں جنہیں خدا نے حکم دیا ہے خیبر پر حملہ کرنے کا میں انہی کو لے کر جاؤں گا وہی اصحاب جو حدیبیہ میں موجود تھے حضورا کرم ﷺ انہی کو لے کر عازم خیبر ہوئے اور وہی چودہ سو آدمی حضورا کرم ﷺ کے ساتھ تھے چار آدمی زائد تھے۔ دو حضورا کرم ﷺ نے مدینہ منورہ سے لئے، دو ہجرت حبشہ سے واپس آئے جعفر طیار اور ایک آدمی ان کے ساتھ تھا جن کی ملاقات ہی حضورا کرم ﷺ کے ساتھ خیبر میں ہوئی ان چار نفوس کے علاوہ پانچواں کوئی آدمی آپ نے ساتھ نہیں لیا فرمایا یہی میرے ساتھ تھے تو خدا نے حکم دیا ہے کہ خیبر کی خبر لو اب انہی کو ساتھ لے کر جاؤں گا حالانکہ وہاں دس ہزار فوج یہود کی تھی اور پانچ ہزار قبیلہ بنو غطفان کا تھا درمیان میں وادی تھی جس کے اس طرف وہ تھے ان کا معاہدہ تھا یہود کے ساتھ کہ جس کسی کو کوئی چھیڑے گا ایک دوسرے کی مدد کریں گے اور چودہ سو جانثار لے کر حضورا کرم ﷺ ان کے درمیان خیمہ زن ہو گئے اور پھر تاریخ عالم نے یہ دیکھا کہ بڑے بڑے قلعے یہود کے زمین بوس ہو گئے خداوند عالم نے مکہ کی فتح سے پہلے خیبر کی فتح کو ضروری قرار دیا اور پہلے وہ عطا فرمائی اور ادھر سے بے خوف ہو کر مکہ مکرمہ جانے کی اجازت دی۔

یہود کی سازش: تو ازلی دشمن اسلام کا یہ یہود تھا حضور اکرم ﷺ کے وصال کے بعد پھر مدعیان نبوت کو ابھارنے میں اس کا ہاتھ تھا سرمایہ اس کا لگتا تھا ذہن اس کا کام کرتا تھا تلواریں کفار عرب کی چلتی تھیں اسکے بعد قیصر کے ساتھ جتنی ساز باز یہودیوں نے کی وہ ان کی آخری امید گاہ تھی پہلے بھی قیصر کو حضور اکرم ﷺ کے زمانے میں تبوک میں فوجیں بھیجنے کا جو مشورہ دیا تھا انہی نامرادوں کا تھا پھر جب فاروقی تلواروں نے کسریٰ کا دم خم بھی نکال دیا اور قیصر کی گردن بھی خم ہو گئی تو ان کے پاس کوئی چارہ کار نہ پھر ان نامرادوں نے یہ سوچا کہ اب میدان میں مقابلہ اسلام سے ممکن نہیں رہا جہاں قیصر و کسریٰ کے پاؤں نہیں جم سکتے اب وہاں کوئی فوجی طاقت نہیں کھڑی ہو سکتی تو کیا کیا جائے پھر انہوں نے زیر زمین ایک جال بنا اسلام کے نام پر کفر ایجاد کیا۔ اور یہ وہ پہلی تحریک ہے جس نے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کے خلاف اعتراض کا دروازہ کھولا۔ اگر ان لوگوں پر اعتراض نہ کیا جائے تو اسلام میں رخنہ اندازی نہیں کی جاسکتی تو ان کا ایک بہت بڑا عالم شیعہ اسماء الرجال کی کتاب میں لکھتا ہے کہ عبداللہ بن سبا ایک غالی شخص تھا اور یوشع بن نون کو خدا کہتا تھا خدا کا حلول مانتا تھا، اور جب یہ مسلمانی کا دعویٰ کرنے لگا تو اس نے سب سے پہلے حضرت علیؓ کو امام بنا کر ان میں خدا کے حلول کا عقیدہ پیش کیا۔

عبداللہ بن سبا یہودی: تصور امامت، عقیدہ امامت اور خدائی اختیارات، خدائی حلول اس کی بنیاد اس نے رکھی عہد عثمانی کے فتنے کا سبب یہ شخص تھا دور دور تک اسلام پھیل چکا تھا اور صحابہؓ دنیا سے اٹھ رہے تھے نئی پود ایک نئی جنریشن تبدیل ہو رہی تھی حضرت عثمانؓ کی عمر اسی برس سے تجاوز کر رہی تھی۔

اسنے دنیا پر خود کو عابد و زاہد ظاہر کیا تنہائی میں رہتا اور بڑے نوافل پڑھتا اور بڑا پارسا نظر آتا تو لوگ قریب ہونا شروع ہو گئے جو زیادہ قریب ہو جاتا اسے پھر پردے سے اپنی باتیں تعلیم کرتا کہ دیکھو یہ ظلم ہو گیا یہ زیادتی ہوئی شروع شروع میں حضرت علیؓ کے فضائل گھڑے پھر ان کو خلافت کا پہلا حق دار قرار دیا اور نتیجہ اس بات پر پہنچا کہ یہ ظلم ہوا ہے یہ سارے غاصب ہیں خلافت حضرت علیؓ کا حق تھا یہ امام ہیں اور امام میں خدا ہوتا ہے اور نبی بھی امام کیلئے معبوث ہوا اس نے ساری خرافات ان کا تانا بانا بُنا، اب مصیبت یہ ہے کہ معترضین صحابہ جو اپنے آپ کو اہل سنت بھی کہلاتے ہیں حنفی بھی کہلاتے ہیں اور اسکے ساتھ انہیں صحابہ کی عظمت پر بھی اعتراض ہے دانشور بھی کہلاتے ہیں انحصار صرف تاریخ پر ہے۔

تاریخ کیا ہے؟ وہ طبری کے حوالے پیش کرتے ہیں طبری ایک تاریخ کی کتاب ہے جس کا مولف خود رافضی تھا پھر تاریخ کی حیثیت یہ ہوتی ہے سید انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کے الفاظ میں "یُدَوَّنُ مِنْ اَفْوَاہِ النَّاسَ"، لوگوں کی زبانوں سے جمع کر کے تاریخ بنائی جاتی ہے مورخ کوئی بھی ہو خدا کی طرح وسیع النظر نہیں ہوتا کہ ہر چیز اس کی اپنی نگاہ میں ہو کچھ آپ کی سنی کچھ مجھ سے سنی کچھ اس کا اپنا نظریہ ہوتا ہے آپ یہاں دیکھ لیں۔

ہمارے سامنے یہاں ملک دو ٹکڑے ہو گیا اگر آپ ملک کی تین مقتدر جماعتوں کو لے لیں عوامی لیگ کو لے لیں پیپلز پارٹی کو لے لیں، جماعت اسلامی کو لے لیں اور ان کو کہیں کہ پاکستان کے دو ٹکڑے ہونے کی وجوہات اور اسباب لکھیں تو کیا یہ تینوں ایک ہی بات لکھیں گے بلکہ تینوں خود کو بری اور دوسروں کو ذمہ دار گردانیں گے تینوں کے حالات اور تینوں کے دلائل مختلف ہونگے۔

صحابہؓ کی عظمت: ایسے ہی مورخ اس دور میں تھے ان پر وحی نازل نہیں ہوتی تھی جن کی عدالت، جن کی صداقت، جن کا تقدس، جن کے ایماندار ہونے کی اور مخلص ہونے کی شہادت اللہ کی وحی اور خدا کی کتاب نے دی ان کی عظمت پر طبری کے حوالے سے اعتراض کرنا ہے ہی جہالت لیکن اگر کوئی طبری کے حوالے سے اعتراض کرنا چاہے تو طبری میں بھی موجود ہے کہ جب یہ کوفہ، بصرہ اور مصر کے باغی آٹھ سو، اٹھارہ سو یا بارہ سو کی تعداد میں مدینہ منورہ پہنچے تو جو اعتراضات انہوں نے حضرت عثمانؓ پر کئے تھے ان کی تعداد دس بنتی ہے طبری میں دس موجود ہیں اور وہی اعتراضات آج کا معترض بھی دہراتا ہے لیکن اس طبری میں اگر کوئی قرآن کو چھوڑ کر طبری ہی کو ماننا چاہے تو اس طبری میں موجود ہے کہ حضرت عثمانؓ نے مسجد نبوی میں اجتماع بلایا صحابہؓ کا۔ آپ منبر پر بیٹھے ان میں وہ مخالفین بھی موجود تھے اور آپ نے اپنی زبان سے وہ اعتراض دہرائے کہ یہ اعتراض انہوں نے مجھ پر کیا ہے یہ اعتراض کیا ہے؟ وہ کیا ہے وہ دس کے دس انہوں نے دہرا کر ان لوگوں سے پوچھا لوگو! تمہیں اس کے علاوہ کوئی اعتراض ہے؟ انہوں نے کہا نہیں۔ آپ نے ایک ایک اعتراض کا جواب دیا تمہارے اس اعتراض میں یہ بات غلط ہے یہ اس طرح سے نہیں اس طرح سے ہے جب دس ہی اعتراضوں کے جواب دے چکے تو پھر حاضرین سے فتویٰ لیا آپ نے۔ طبری میں سب کچھ موجود ہے فرمایا اب ان کے ساتھ کیا

کیا جائے تو بیک زبان سب صحابہؓ نے کہا کہ انہیں قتل کر دیا جائے۔

حضرت عثمانؓ کی بصیرت: لیکن حضرت عثمانؓ کی نگاہ بہت دوررس تھی ایک دن کوئی شخص آپکی مجلس میں گیا تو راستے میں کوئی عورت گزر رہی تھی نگاہ اس عورت پر پڑ گئی وہ مجلس میں جا کر بیٹھا تو حضرت عثمانؓ فرمانے لگے کہ لوگ اس حال میں مسجد نبوی میں در آتے ہیں کہ ان کی نگاہوں میں ان کی آنکھوں میں زنا کا اثر باقی ہوتا ہے تو وہ شخص لرز اٹھا اور کہنے لگا کہ کیا وحی الٰہی باقی ہے ابھی کیا نبوت باقی ہے؟ فرمایا نہیں "اتقو من فراسته المومن انهٗ ینظر بنورالله" مومن کی فراست سے ڈرو حضورﷺ نے فرمایا تھا وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے۔

آپ کی یہ دوررس نگاہ دیکھ رہی تھی کہ ان آٹھ سو کو یا اٹھارہ سو کو قتل کرنا مشکل نہیں ہے لیکن یہ زیرِ زمین جو تحریک چل رہی ہے اسے ایک پلیٹ فارم مل جائے گا کہ دیکھو کتنے ظالم تھے جس نے اعتراض کیا اس کی گردن اڑا دی۔ اسی طرح حضرت علیؓ بھی اعتراض کرتے انہیں قتل کر دیتے۔ یہ پلیٹ فارم نہ دینے کے لئے آپ نے اس حالت میں قتل ہونا منظور کر لیا جب کہ آپ کی افواج ہسپانیہ اور چائنہ کو پہنچ رہی تھیں جنوبی افریقہ تک آپ کے لشکر پہنچے ہوئے تھے اور کسی ایک ادنیٰ سے اشارے پر دنیا الٹائی جا سکتی تھی لیکن اس مرد خدا نے خود انتہائی مظلومیت کے ساتھ شہید ہونا گوارا کر لیا اور اس سبائی تحریک کو پلیٹ فارم مہیا نہ کیا ورنہ یہ اسی وقت سے شروع ہو جاتی اور جس کسی نے ان بارہ سو یا اٹھارہ سو آدمیوں کو مدینہ منورہ میں بہلا پھسلا کر بھیجا تھا اس نے بھیجا اسی لئے تھا کہ یہ قتل ہونگے اور ان کے قتل میرے لئے پلیٹ فارم کا کام کریں گے اور میں اسے بنیاد بنا کر صحابہ کے خلاف ایک تحریک شروع کر دونگا اور یہ تحریک جو عظمت صحابہ کو مجروع کرے گی جو نتیجتاً دین کی بنیاد کو بہالے جائے گی۔ لیکن حضرت عثمانؓ کا خون اس کی رکاوٹ بن گیا۔ عنوان ہے، عنوان کتنی عجیب بات ہے کہ صبح وہ اس بات سے مطمئن ہو کر رخصت ہوتے ہیں کچھ مصر کو چلتے ہیں کچھ بصری کو کچھ کوفے کو تینوں راستے الگ الگ ہیں بلکہ بصری اور مصر کی سمتیں تو بالکل ہی ایک طرح سے میرے خیال میں بچاسی ڈگری کا ان میں فرق آ جاتا ہے اور پلٹ کر آ جاتے ہیں کہ جی آپ کا خط پکڑ لیا بھلا جو بصری جا رہے تھے وہ کیوں پلٹ کر اسی وقت پہنچ گئے انہیں کس نے بتایا اور اسی تاریخ میں یہ سقم موجود ہے جس کو کوئی نہیں دیکھتا بس جی خط پکڑا گیا۔ جو مصر جا رہے تھے ان کے خلاف اگر حضرت نے چھٹی دے دی اور انہوں نے راستے میں پکڑ لی وہ پلٹ آئے جو اس طرف بصرے کو جا رہے تھے وہ کیوں پلٹ آئے ان کے پاس کون سی وحی نازل ہوگئی تھی تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ یہ مدینہ منورہ سے طے کر کے چلے تھے کہ راستے میں سے فلاں وقت پلٹ کر یہاں آ جائیں گے، یہ کہیں گے ،ہم نے خط پکڑ لیا۔ اور یہی سوال اسی طبری میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی زبانی موجود ہے جب انہوں نے شور کیا تو انہوں نے فرمایا تم جھوٹ بولتے ہو۔ مصر والوں نے اگر چھٹی پکڑی ہے تو یہ بصری والے کیوں پلٹ آئے ہیں۔ تمہیں کس نے بتا دیا کہ انہوں نے خط پکڑ لیا۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا مقام: خیر چشم فلک نے یہ بھی دیکھا کہ جب حضورﷺ مدینہ تشریف لائے تھے بئرِ رومہ یہودیوں کے پاس کنواں تھا۔ اس کا پانی مدینہ والے پیتے تھے اور وہ بیچتے تھے۔ مسلمانوں کو مہنگے داموں دیتے تھے اور تنگ کر کے دیتے تھے تو مسجد نبوی میں بیٹھے فرمایا اگر کوئی میرے ساتھ سودا کرنا چاہے تو وہ بئرِ روما خرید کر مسلمانوں کو وقف کر دے۔ اور جنت میں اس کے بدلے مجھ سے کنواں خرید لے آپ کا یہ ارشاد کسی کی زبانی حضرت عثمانؓ نے سنا تو وہاں سے یہود کے پاس چلے گئے تصدیق کرنے تشریف نہیں لائے۔ حضورﷺ کی خدمت میں حاضر نہیں ہوئے۔ یہود کے پاس

چلے گئے اور جا کر پوچھا بیچتے ہو کنواں جی بیچتے ہیں۔ جتنی قیمت انہوں نے کہی وہ انہیں دے دی۔ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی یارسول اللہ ﷺ میں نے کسی سے سنا ہے۔ آپ ﷺ نے ایسا اعلان فرمایا ہاں آپ نے درست سنا۔ عرض کی یارسول اللہ ﷺ میں نے وہ کنواں خرید لیا ہے آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہے۔ آپ ﷺ وہ مسلمانوں کو عطاء کر دیں اور وہ سودا میرا آپ ﷺ سے پکا ہو گیا۔

وہی عثمان رضی اللہ عنہٗ اسی مدینہ میں پنتالیس روز پیاسا رہا۔ اور تاریخ کے انہی صفحات پر موجود ہے۔ کہ اس شخص نے جھروکے سے کھڑے ہو کر کہا تھا کہ کیا تم سب لوگ اس کنواں سے سراب نہیں ہو رہے جو میں نے خرید کر حضور ﷺ کی خدمت میں پیش کیا تھا تو اس کا کوئی گھونٹ میرے لیے باقی نہیں رہا۔

صحابہؓ اجازت چاہتے کہ آپؓ ہمیں اجازت دیں یہ چند سو افراد ہیں آپؓ فرماتے تھے یہ مدینہ رسول ہے اور اس میں خون بہانا حرام ہے۔ میں اس میں تلوار نہیں اُٹھا سکتا عرض کی گئی آپؓ شہر کی حد سے حرم کی حد سے باہر چلیں میری اَسّی سے اوپر عمر ہے پھر فرمایا میں نے ساری زندگی حضور ﷺ کی خدمت میں سعادت کو تلاش کیا ہے۔ اور جب موت قریب ہے تو آپ کا پڑوس چھوڑ کر باہر چلا جاؤں۔

اور ایسے عجیب لوگ تھے ایک صحابی عرض کرتے ہیں میں حضرت سے ملنے گیا اور عرض کی کہ حضرت بہت لمبا وقت ہو گیا ہے۔ آپؓ اجازت دیں کوئی فیصلہ فرمائیں۔ پنتالیس روز میں تو دنیا کے دوسرے سرے سے بھی فوج بلائی جا سکتی ہے۔ تو اسے آپؓ نے فرمایا۔ مجھے حضور ﷺ کی زیارت ہوئی آپ ﷺ نے فرمایا عثمانؓ تیرا روزہ بہت طویل ہو گیا چاہے تو تیری مدد کی جائے یا تو میرے پاس آ کر افطار کر لے۔ تو فرمایا میں نے دوسری بات پسند کر لی ہے۔ آپ میری فکر نہ کریں آپ لوگ اپنا کام کریں۔ حضور ﷺ کے پاس ہی افطار کروں گا۔

خونِ عثمانؓ: اس مظلوم کے خون نے اس تحریک کو تین صدیاں پیچھے دھکیل دیا۔ حتیٰ کہ اس تحریک کے ہاتھوں سانحہ کربلا رونما ہوا۔ اور یہ اتنا بڑا ظلم تھا دنیا کی تاریخ نے اتنا بڑا ظلم نہیں دیکھا۔ حضور ﷺ کی وہ اولاد جو آپ ﷺ کی گود میں پلی وہ گردن جس پر آپ ﷺ نے بوسے دیئے اس بے دردی سے صحرا میں کاٹ دی جائے بہت بڑا ظلم تھا۔

حادثہ کربلا: لیکن یہ کس نے کیا اور کیوں کیا۔ اسی سبائی تحریک نے کیا اور سبائیت کے لیے پلیٹ فارم مہیا کرنے کے لیے دھوکے سے حضرتؓ کو کوفہ کے افراد مکہ سے لے گئے۔ اور یہ قسمیں دے کر لے گئے کہ یہ یزید اچھا آدمی نہیں ہے اور کوفہ مرکزی شہر ہے۔ طاقت ہے پورے ملک اور پوری حکومت کی اگر آپؓ نہیں آئیں گے تو روز حشر ہم آپؓ کا دامن پکڑیں گے حضور ﷺ کے سامنے کے انہوں نے ہماری قیادت نہیں کی دوسرا کوئی شخص اس مقابلہ میں قیادت کی اہلیت نہیں رکھتا تھا۔ ورنہ ہم اس کے ہاتھ پر بیعت نہ کرتے۔

لیکن راستے میں کوفہ سے تین منزل ادھر کوفیوں نے ہی جب راستہ روکا تو آپؓ نے فرمایا عجیب لوگ ہو تم مجھے بلا کر لائے اور اب تم ہی نے اس بات پہ بیعت کر لی ہے۔

یہ تو ٹھیک ہے کہ تم نے کر لی ہے تم جانو وہ جانے میرا راستہ چھوڑ دو میرا اپنا مکان ہے، اپنا گھر ہے، کوفہ میں۔ میں وہاں چلا جاؤں گا۔ لیکن نہ مانے تو آپؓ نے کہا چلو چھوڑ دو میں واپس چلتا ہوں۔ جب یہ بات بھی نہ مانی گئی تو آپؓ نے کہا پھر ایسا کرو کہ تم یہ مقام نہیں رکھتے کہ تم مجھ سے اطاعت کا عہد لو۔ میں یزید کے ساتھ روبرو بات کرلوں گا۔ وہ مجھے قید کرے، چھوڑے، قتل کرائے، میں اس سے لڑوں وہ مجھ سے لڑے، میں جانوں اور وہ جانے، چلو میں یزید کے پاس چلتا ہوں۔ کوفہ سے تین منزل پیچھے ہی کوفہ کو ایک طرف رکھ کر آپؓ وہاں سے نکلے اور کوفہ سے دمشق جانے والے

راستے پر کربلا آئے۔ یہ تو کوئی نہیں پوچھتا کہ کربلا ہے کہاں۔ مکہ سے کوفہ کے راستے پر کربلا نہیں ہے، کربلا کا میدان اُس راستے پر ہے جو کوفہ سے دمشق دارالخلافہ کو جاتا ہے۔ تو آپ کوفے سے ایک طرف کو ہو کر اس راستے پر پہنچے۔ کربلا تک تیسری منزل بنتی ہے کربلا میں جب آپ نے پڑاؤ کیا تو انہوں نے سوچا لے کر تو چلے ہو لیکن وہاں جا کر اسے چھوڑ دیا جائے گا۔ اور تمہاری گردنیں ماردی جائیں گی۔ کہ تم نے چٹھیاں لکھیں۔ قاصد بھیجے کہ یزید کے خلاف ہم سب متحد ہیں اور آ جاؤ اس سازش سے تمہاری گردنیں اُڑئیں گی، تمہارے سر کٹیں گے۔ مزید اس پہ یہ ہوا کہ ظہر کی نماز حضرتؓ نے وہیں کربلا میں پڑھی۔ کیمپ لگتا تو یہ سب لوگ جا کر نماز میں شامل ہو جاتے تھے آپؓ نے جب سلام پھیرا تو پیچھے جم غفیر تھا۔ آپ نے کہا تم عجیب لوگ ہو۔ تم میرے ساتھ نماز پڑھتے ہو مجھے نواسہ رسول تسلیم کرتے ہو۔ مجھے حضور ﷺ کی نشانی جانتے ہو۔ اور میرے ساتھ پھر یہ ظلم بھی کرتے ہو۔ مجھے بلایا کس لیے۔ پھر میرے ساتھ کیا سلوک کر رہے ہو۔ مجھے یزید کی بیعت کے لیے کہتے ہو۔ تم لوگ ہو کیا۔

انہوں نے کہا حضرت ہم نے آپ کو نہیں بلایا تو آپ نے خادم کی طرف دیکھا فرمایا میرے وہ گھوڑے کی خرجین لاؤ۔ خرجین کو آپؓ نے اُلٹ دیا۔ تو خطوط کا ڈھیر لگ گیا اور ایک خط پر پچاس پچاس آدمیوں کے دستخط تھے۔ فرمایا یہ فلاں فلاں تم ہو یہ تمہارا خط ہے ،فلاں فلاں یہ تمہاری چٹھی ہے۔

وہ جب وہاں سے اُٹھے تو انہوں نے کہا کہ میاں یہ چٹھیاں یزید کے پاس پہنچ گئیں گویا تم اپنی موت کا سامان لے چلے ہو یہ نواسہ رسول ہے اسے یزید قتل نہیں کر سکے گا سیاسی اعتبار سے بھی اس کی حکومت کے خلاف ہے وہ تمہیں نہیں چھوڑے گا چنانچہ انہوں نے یک بارگی حملہ کر کے مظلوموں کو شہید کر دیا ظلم کے ساتھ اور جو کہتے ہیں کہ خیمے لوٹے خیموں سے وہی خطوط تلاش کرنے کی کوشش کی گئی۔ سرمایہ لوٹنے کے لیے نہیں بلکہ ان کی موت کے پروانے وہاں بکھرے ہوئے تھے جو وہیں جلا دیئے گئے۔

اور حد یہ ہے کہ اسی ظلم کو اسلام کے خلاف پلیٹ فارم بنا کر استعمال کرنا شروع کر دیا۔

ڈرامہ: یعنی آدمی سوچے تو سہی یہ ڈرامہ میں عجیب من گھڑت باتیں پہلی بات یہ ہے کہ کربلا ہے ہی دمشق کے راستے پر دوسری بات یہ ہے کہ حضرت وہاں مغرب کو پہنچے اور دوسرے دن شہید ہو گئے۔ ورنہ مکہ سے چل کر وہاں تک اتنی منازل بنتی ہیں کہ ایک منزل روز کے حساب سے طے کرے تب جا کر وہاں پہنچتا ہے۔

میں نے "راہی کرب وبلا" میں اس کا سارا نقشہ اور وہ منازل بھی دے دی ہیں آج بھی وہ راستہ موجود ہے وہ منازل بھی موجود ہیں پھر اس پر اور تماشا یہ کہ کربلا کا میدان ایک طرح کا پتھریلا اور سخت علاقہ ہے۔ ریگزار نہیں ہے دریا کا کنارہ ہے اور کنارے دریا جو مٹی ہوتی ہے اسے کہیں سے بھی دس فٹ کھودلو پانی نکل آتا ہے وہاں یہ آفسانہ گھڑا گیا ہے کہ اتنے دن پانی بند رہا۔ دریا کے کنارے پانی کون بند کر سکتا ہے۔ کسی دریا کے کنارے بند کر کے دیکھو۔ تو زیر زمین میلوں تک جاتا ہے۔ کہیں سے مٹی ہٹاؤ پانی نکل آتا ہے۔

محرم سن 61 ہجری میں اکتوبر کا مہینہ اور عراق کی سردی دنیا میں مشہور ہے وہاں سورج کو وہ گرمی دے دی۔ انہوں نے کہ روئے زمین پر نہیں ملتی۔ یعنی حد یہ ہے کہ ان باتوں کو بھی کوئی نہیں پوچھتا آپ دیکھیں۔ محرم 61 ہجری کو تقویم سے حل کریں۔ تو اکتوبر نکلتا ہے انگریزی مہینہ اور اکتوبر میں عراق کی سردی۔ ذرا جا کر ملاحظہ فرمائیے۔

تو سارا افسانہ، سارا جھوٹ، سارے تانے بانے، عجیب سے بنا کر ایک ڈرامہ تیار کر لیا۔ سب سے پہلی کتاب اس موضوع پر جو آئی۔ اس کا مصنف ابومخنف لوط بن یحیٰ ہے۔

190 ھ ہجری کے قریب اسکی تاریخ وفات ہے۔ یعنی ڈیڑھ سو سال بعد اس نے چشم دید واقعات لکھ دیئے اور اس سے بھی دو سو سال بعد باقی وہ کتابیں تصنیف ہوئیں جن کو آج فقہ جعفریہ کا نام دیا جا رہا ہے اور گویا کربلا میں

یہ سارا ظلم ہے: اس لیے ہوا کہ وہ دین وہ اسلام جس پر خدا نے اپنی رضامندی کی مہر لگائی تھی اور فرمایا تھا اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا اُس کے مقابل اصل کلمہ چھوڑ دیا جائے ایک نیا کلمہ ایجاد کر دیا جائے۔ ایمان سے کہو کیا حضرت حسینؓ اس کے علاوہ کوئی کلمہ پڑھتے تھے؟ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ

خود حضرت علیؓ کو جب حضور ﷺ نے اسلام کی دعوت دی انہوں نے اسلام قبول کیا۔ تو کس کلمہ پر مسلمان ہوئے تھے۔ وہ کون سی فقہ نافذ تھی جب حضرت ابوبکر صدیقؓ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ حضرت علیؓ نے کون سی فقہ نافذ کی تھی۔ حضرت ابوبکر صدیق نے کون سی فقہ نافذ کی تھی۔ جو فاروقؓ نے نافذ کی اور بائیس لاکھ مربع میل علاقہ فتح کر کے سلطنت اسلامی میں داخل کیا۔ وہ کون سا قانون تھا جو اس سارے علاقہ پر لاگو کیا گیا۔ 84 لاکھ مربع میل سلطنت اسلامیہ کی حدود تھی۔ عہد اسلامی میں اس 84 لاکھ مربع میل میں بسنے والے انسانوں پر کون سی فقہ نافذ رہی۔ وہی فقہ تھی۔ اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا خود حضرت حسینؓ جو اعتراض لاتے ہیں کہ یہ خلافت کے اہل نہیں ہیں تو کسی جدید تین سو سال بعد آنے والی فقہ کے تحت لاتے ہیں؟ یا اس فقہ کے تحت لاتے ہیں جو محمد رسول اللہ ﷺ نے تعلیم فرمائی۔ حضرت حسینؓ کا قتل ظلماً قتل ہے۔

وہ خلافت کے مدعی نہیں تھے۔ انہوں نے کوفہ والوں کی آواز پر لبیک کہا تھا اگر تم یہ چاہتے ہو تو میں تمہاری قیادت کرتا ہوں۔ جب وہ پیچھے ہٹ گئے تو انہوں نے فرمایا مجھے گھر جانے دو اگر کفر اسلام کی جنگ تھی تو کون سا کفر طے ہو گیا تھا کہ وہاں سے واپس جاتے تھے انہیں ظلماً گھیر گھار کر شہید کیا گیا۔

اور پھر سب سے بڑا ظلم یہ ہوا کہ قتل حسینؓ کو اسلام کے قتل کی سازش بنانا چاہا۔ لوگوں نے اور خون حسینؓ سے اسلام کی عمارت کو ڈھانا چاہتے ہیں حد تو یہ ہے۔

اس واقعہ کو جذباتی رنگ دے کر کوئی یہ نہیں سوچتا کہ اگر حضرت حسینؓ دین کے لئے قتل ہو گئے تھے اس وقت کون سی فقہ تھی، کون سے عقائد تھے، کتاب اللہ کیا تھی، ارکان دین کیا تھے، نمازیں کس شریعت کے تحت پڑھی جاتی تھیں، نکاح طلاق کے مسائل کیا تھے، خود حضرت علیؓ نے اپنے عہد خلافت میں کون سی فقہ نافذ کی، کون سا اختلاف کیا، صدیقؓ و فاروقؓ عثمانؓ و غنیؓ کے قانون سے یا اس کے نفاذ سے اور کیا ممکن تھا کہ حضور ﷺ کے وصال کے بعد پوری دنیا مرتد ہو گئی اور سارا دین بدل گیا اور نیا شروع ہو گیا کیا یہ کوئی صحیح الدماغ آدمی مان سکتا ہے اور پھر حد یہ ہے۔

کہ چوتھی صدی ہجری کی جمع کی ہوئی خرافات جن کو بیان تک نہیں کیا جا سکتا ان میں اتنا لچر پن ہے کہ خدا کی پناہ۔ یعنی دین کیا ہوتا ہے انسان کی انا کا محافظ اس کی آبرو کا محافظ اس کی جان اور اس کے مال کا محافظ انہوں نے فقہ جعفریہ بنائی کہ پرائے مال پر عیش کرو، پرائی آبرو سے کھیلو، لوگوں کو گالیاں دو اور جھوٹ بولو اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب بن جاؤ گے۔

اور یہ فقہ اتنی ناقابل عمل ہے کہ جب سے بنی ہے تب سے اب تک کسی شیعہ حکمران نے بھی نافذ نہیں کیا۔ دنیا کی تاریخ میں کوئی چھوٹی سے

چھوٹی ریاست ایسی نہیں ملتی جہاں فقہ جعفریہ کو عملاً نافذ کیا گیا ہو حتیٰ کہ آپ دور مت جائیں ہمارے پاس یہ ہندوستان میں انگریزوں کے عہد حکومت میں بھی بیشمار چھوٹی چھوٹی ریاستیں تھیں جن کے سربراہ شیعہ نواب تھے اور وہ بھی مسلم پرسنل لاء پر فیصلے کرتے تھے جو انگریزوں نے اہل سنت کی شریعت فقہ کے مطابق ترتیب دینے کی کوشش کی۔ فقہ جعفریہ تو قابل عمل ہی نہیں ہے کہ کسی کا مال لوٹ لو گناہ نہیں ہے، جھوٹ بولو عبادت ہے، گالیاں دو عبادت ہے، بدکاری کرو عبادت ہے، تو پھر جرم دنیا میں کون سا ہے؟ گناہ کیا رہ جائے گا، سزا کس پر دو گے، اب یہ ہماری بدقسمتی ہے، بدقسمتی تو میں رسماً کہہ رہا ہوں، مسلمان کی ایک عجیب عادت ہے یہ جب کوئی نقصان کرتا ہے تو اسے تقدیر کے سپرد کر دیتا ہے کہتا ہے کہ اللہ کو یہی منظور تھا اور جب کوئی بات بن جاتی ہے تو پھر کہتا ہے کہ ہم نے یہ تیر مارا۔

بات بن جائے تو شان یہ تدبیر کی ہے
اور بگڑ جائے تو خطا کاتب تقدیر کی ہے

ہمارے پاس ایک بہانہ ہے قسمت یا بدقسمتی کا ہماری نالائقی ہماری غفلت ہماری سستی اور ہماری دین سے بے رغبتی کا نتیجہ یہ ہے کہ فواہشات کا انبار آج ہم پر مسلط ہے اور حد ہے اہل اختیار کے دانش وبینش پر انہوں نے کمیٹی بنا دی ہے جو اس کا جائزہ لے گی، سبحان اللہ کمیٹی کس کے لئے بناتے ہو کمیٹی تمہاری کیا دیکھے گی اس میں جب تمہارے پاس اللہ کا قرآن موجود ہے، پیغمبر ﷺ کی سنت موجود ہے، جب تمہارے پاس صحابہ کرام رضوان اللہ کا اسوۂ حسنہ موجود ہے جس پر چلنے کا قرآن حکیم حکم دیتا ہے

والذین اتبعو ھم باحسان رضی اللہ عنھم ولہ ضو عنہٗ تو پھر نئی کمیٹی کیا تیر مار لے گی یہ قصور نہ حکومت کا ہے نہ اس تحریک کا قصور میرا اور آپ کا ہے ہمارے گناہ ہیں ہماری دین سے بے رغبتی کا نتیجہ ہے ہمارے احساس ذمہ داری سے عاری ہونے کا نتیجہ یہ ہے آج مسلمانو! تم پر لوگ امید لئے بیٹھے ہیں کہ تم فقہ جعفریہ قبول کرو۔ اور ایک بات یاد رکھو کہ یہ جو دین کے دشمن ہیں یہ تمہارے ملک کے بھی دوست نہیں ان کی بلا سے ملک برباد ہوتا ہے تو ہو جائے لوگ قتل ہوتے ہیں تو ہوں خانہ جنگی ہوتی ہے تو ہو جائے کچھ بھی ہو اُنہیں تمہاری بربادی سے غرض ہے وہ تمہاری آبادی میں خوش نہیں۔ لیکن تمہیں نہ صرف فقہ جعفریہ سے دفاع کرنا ہے بلکہ اپنے ملک کے امن وامان کو بھی سامنے رکھنا ہے کہ امن وامان تہہ وبالا ہو تو یہ نقصان میرا اور آپکا ہے ان کا نہیں ہے وہ چاہتے یہ ہیں اور یہ ملک ایک اتنی عظیم نعمت ہے اللہ کی ہمارے پاس کہ اب تک اس کے چاروں سمت آگ لگی ہوئی ہے، دوزخ دہک رہا ہے، لیکن یہ گلزار خلیل بنا ہوا ہے درمیان میں اور ہم یہاں بیٹھ کر اطمینان سے اللہ کا نام لے رہے ہیں کتنا اللہ کا شکر ہے کہ ہم سکون سے اپنی مرضی سے جو میں نے چاہا میں نے کہہ دیا، میں اپنی سے جس طرح چاہتا ہوں نماز پڑھ لوں گا کوئی مجھے خدشہ نہیں کوئی خطرہ نہیں ہے۔ تو لوگو! خدا کا خوف کرو سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ تقویٰ اختیار کرو اور حضور اکرم ﷺ کے ارشاد فرمائے ہوئے دین کو عملاً اپناؤ کہ خدا تم پر کافروں کو مسلط نہ کرے اگر ہم نے عملاً حضور اکرم ﷺ کی اطاعت اختیار نہ کی تو مصیبتیں ہم سے نہیں ٹل سکتیں اپنی ذمہ داری کو پورا کرو اور جو نہیں جانتے ان تک یہ بات پہنچا دو کہ یہ کون سی مصیبت ہے جو تمہارے دروازے پر دستک دے رہی ہے اور اس ملک کی حفاظت کے لئے اپنی جان لڑا دو ملک کو بچاؤ یہ تمہارا اور تمہارے دین کا مرکز ہے روئے زمین پر۔

میں نے دنیا کو پھر کے دیکھا ہے آپ بھی دنیا کا مطالعہ کریں دنیا میں

اگر ہم نالائق بھی ہیں تو اس وقت روئے زمین پر جو مسلمان ہیں ان سب میں سے اچھے مسلمان اس خطہ میں ہیں۔ یہ پنجاب کا کچھ علاقہ جو ہندوستان کے ساتھ ہے یا افغانستان کا کچھ علاقہ اور یہ سرحد پنجاب کی یہ پٹی ہے جو ساتھ ساتھ صرف اس میں جو مسلمان بستے ہیں روئے زمین پر بسنے والے مسلمانوں سے عملاً سب سے اچھے ہیں اور عقیدۂ بھی سب سے بہترین ہیں اگر انہی کی گردنیں فقہ جعفری پہ کٹ جائیں تو کیا حشر ہوگا عالم اسلام کا اس کے پیچھے آج بھی صیہونی سازش ہے اور یہودیوں کا روپیہ کام کر رہا ہے مسلمانو! یہودیوں کے روپے پر بکنا چھوڑ دو۔

آج بھی وہ تمہیں خرید لیتے ہیں تم سے ووٹ خرید لیتے ہیں تم سے رائے خرید لیتے ہیں اور بندے کو تمہارے اوپر مسلط کر دیتے ہیں خدا کا خوف کرو اپنے آپ کو خدا کے سامنے جوابدہ سمجھو اور اپنی ذمہ داری کا حق ادا کرو اور اپنے ملک کو اپنے دین کو اس مصیبت سے بچانے کی سعی کرو محض شور کرنے سے جلوس نکالنے سے اور ہلڑ بازی سے کچھ نہیں ہوگا جہاں تک آواز پہنچ سکتی ہے لوگوں کو سمجھاؤ اور احساس ذمہ داری یاد دلاؤ اور سب کو عملاً حضور اکرم ﷺ کی اطاعت اور دین مبین پر عمل کرنے کی طرف بلاؤ کہ لوگ دین کو اپنائیں ان کی گردن خالی ہی نہ ہو کہ کوئی اس میں طوق ڈالے اس سے پہلے کہ تمہارے گلے میں کسی ماؤشما کی غلامی کا طوق ڈالا جائے حضور اکرم ﷺ کی غلامی اپنی گردن میں ڈال لو خالی گردنوں میں دوسرے لوگ کمندیں ڈالتے ہیں ہماری گردنیں لوگوں کو خالی نظر آتی ہیں اسلئے وہ اپنی اپنی کمندیں ہماری طرف پھینک رہے ہیں اپنی گردنوں کو خالی مت چھوڑو

خداوند عالم سب کو دین کی سمجھ اور دین پر عمل کی توفیق عطا فرمادے

وآخر دعونا ان الحمد للہ رب العالمین

اکرم التفاسیر

اسرار التنزیل کی خوبی اپنی جگہ پر مقدم ومقدس ہے کیونکہ یہ صاحب تفسیر نے اپنے قلم سے خود لکھی عرصہ کئی سالوں میں تکمل کی علمی اور دینی حلقوں کے لئے مؤثر ترین تفسیر ہے۔ جس کے مخاطب مسلمان عالم، دینی ودنیاوی سکالرز یعنی زیادہ پڑھے لکھے ہیں۔ جبکہ اکرم التفاسیر کا اعجاز یہ ہے کہ لکھی نہیں بلکہ جمعتہ المبارک کے خطابات میں مسلسل بالترتیب اور فی البدیہہ بیان کی جارہی ہے۔ اور بیان سننے والے عام دیہاتی انسان کم علم اور کم فہم لوگوں کی اکثریت ہوتی ہے لہٰذا انہی لوگوں کو سامنے رکھتے ہوئے انتہائی سادہ الفاظ عام فہم آسان فہم دلائل دیکر قرآن سمجھانے کی کامیاب کوشش کی گئی ہے۔ یعنی اب مخاطب عام انسان ہے۔ اور عام انسان کے مزاج کے مطابق بیان کی جارہی ہے۔ اور تسلسل وروانی ایسی ہے کہ پڑھنے والا نہ صرف مستفید ہو رہا ہے۔ بلکہ اکتاہٹ کی بجائے لطافت بشاشت محسوس کرتا ہے۔

سورہ فاتحہ کو ہی لے لیں۔ چونکہ یہ سورہ قرآن کا دیباچہ بھی ہے اور باب القرآن کے ساتھ ساتھ تمام قرآن کا نچوڑ بھی! اس کی تفسیر اس خوبصورت انداز میں کی گئی ہے کہ غیر مسلم پڑھے گا تو ایمان وتوحید کی دولت نصیب ہوگی جبکہ عام مسلمان کا یقین محکم ایمان پختہ لہٰذا اکرم التفاسیر عوام الناس کیلئے ہی ہے۔

ماضی کی تاریخ گواہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایسی ہستیاں پیدا فرمائیں جنہوں نے اپنے علاقہ کے لوگوں سے انہی کے رہن سہن حالات وعادات اور زبان کے مطابق دین کو سمجھانے کی کوشش کی ہے جن میں حضرت سلطان باہوؒ بابا فرید گنج شکرؒ حضرت بلھے شاہؒ اور میاں محمد بخشؒ قابلِ ذکر ہیں۔ اور اس تفسیر سے برصغیر کے عام سادہ قسم کے لوگ جن کی اکثریت ہے مستفید ہوگی انشاء اللہ

المختصر اگر دیکھا جائے تو نہ تو امیر محترم کی زندگی کے ابتدائی ایام یعنی حضرت کے ہاتھ بیعت کرنے سے قبل سے لیکر اور حضرت جیؒ کی زندگی کے آخری دن تک ایسا محسوس ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان سے یہ کام لے گا اور نہ ہی ابو الاحمدین کے ماضی کو دیکھیں تو دور دور تک ایسا گمان نہیں ہوتا کہ وہ حیات طیبہ حضرت جیؒ اور اکرم التفاسیر کے مرتبین میں شامل ہو کر ایسا کام سرانجام دیں گے۔ یہ علم لدنی کی زندہ مثال ہے۔ اللہ قادر ہے جس سے کام لے لے۔ اور خوش نصیب ہے وہ جس سے کام لیا جائے۔

منتخاب: وقار مصطفیٰ
مینجنگ ایڈیٹر روزنامہ وفاق

برکات کا اثر

انسانوں کا قد کاٹھ وہی ہے، رنگ وہی ہے شکلیں وہی رہیں، لیکن انسان بدل گئے، انکے مزاج بدل گئے ان کی سوچ بدل گئی، ان کے کردار بدل گئے۔ اب انہی لوگوں کو دیکھو جنکی نسلیں ظلم و جور کی بھینٹ چڑھ رہی تھیں۔ ان میں کوئی ایسی تبدیلی آئی کہ وہ ہر مومن کیلئے سراپا محبت بن گئے اور ہر کفر کیلئے کڑکتی ہوئی بجلی بن گئے۔ یعنی ایک شخص مجموعہ اضداد بن گیا۔ ایک شخص کے ایک ہی وقت میں ایک ہی وجود، ایک ہی دل میں دو مختلف وصف جمع ہو گئے۔ اگر اس کے سامنے مومن آجاتا ہے۔ تو اس کے لئے باغ و بہار بن جاتا ہے۔ آدمی ایک ہی ہے۔ فرد ایک ہی ہے اس کا دل ایک ہے، وجود ایک ہے۔ لیکن رویئے دو ہیں اور دونوں ایک دوسرے کی ضد ہیں یعنی ایک طرف انتہائے غضب ہے اور دوسری طرف انتہائے محبت ہے۔

(اقتباس از طریق نسبت اویسیہ)

تعاون

تاجران کاٹن یارن اینڈ پی سی یارن

شیخ ناصر، شیخ عبدالستار گلی نمبر 1 بالمقابل رحمان مارکیٹ
منٹگمری بازار، فیصل آباد، فون 041-2617075-2611857

کربلا میں آپ کس کے ساتھ ہیں؟؟

امیر محمد اکرم اعوان

نظام کائنات:

اللہ رب العزت نے کائنات کی ہر شئے کو ایک طے شدہ معیار پر رکھا ہے۔ جھاڑیوں، درختوں، گھاس، پھونس اور پودوں میں کیا کیا خصوصیات رکھی ہیں؟ اس کی ساری مخلوق بے مثل و بے مثال ہے۔ اور ساری تخلیق کا شاہکار ہے انسان جو سب سے بہترین تخلیق ہے۔ ہر لحاظ سے، ہر انداز سے، شکل وصورت سے، قدو قامت سے عادات وفضائل سے، علم سے، ہر شعبہ ہائے زندگی سے، جیسے بھی ہے، سب سے بہترین تخلیق ہے اور انسان نے روئے زمین اور زمین کی ساری مخلوق کو بھی استعمال میں لانا ہے اب یہ سارا نظام جس میں انسان ایک دوسرے کے ساتھ مل جل کر بھی رہیں اور دوسری ساری تخلیقات کو استعمال میں بھی لائیں۔ اگر اس کا کوئی ضابطہ اور قاعدہ کلیہ نہیں ہوگا تو ہڑ بونگھ مچ جائے گی افراتفری مچ جائے گی، چھینا جھپٹی ہوگی۔ اور دنیا آباد ہونے کی بجائے فساد کی نظر ہو جائے گی کیونکہ بے شمار تخلیقات اور بے شمار ہجوم ہیں انسانوں کے ، ہر ایک کی الگ پسند ہے اگر کائنات کی چیزوں کو استعمال کے لئے نوعِ انسانی کو یونہی چھوڑا جائے تو فساد ہوگا۔ لہٰذا قادر مطلق، جس نے کائنات بنائی اس نے اس کے استعمال کا سلیقہ بھی بتا دیا ہے اس نے انسان بنایا، انسان کی ضرورتیں بنائیں اور ضرورتوں کے تکمیل کے ذرائع بنائے۔ ان کا ایک طریقہ بنا دیا۔

اسلام: پہلا بنیادی حصہ یہ ہے کہ آپ وہ طریقہ بنانے والے کی عظمت تسلیم کریں گے یوں سب سے پہلے ہے ایمان۔ اب اگر کوئی اس کو حاکم مطلق ہی نہیں مانتا۔ اس کے حکم کی تعمیل کیوں کرے گا! اب رہی یہ بات کہ یہ سلیقہ، یہ قاعدہ، یہ کلیہ کوئی انسان خود سے بنائے یہ کیسے ممکن ہے انسان نہ تو انسانوں کے مزاج سے واقف ہے اور نہ چیزوں کی خصوصیات سے کماحقہ آگاہ ہے گویا انسان ایسا سلیقہ نہیں بنا سکتا جس پر دنیا بھر کی نسل انسانی عمل پیرا ہو۔ یہ اسی کو زیب دیتا ہے جو سب کا خالق ہے سب کی ضروریات کا بھی خالق ہے اور ان کی ضروریات کی تکمیل کا بھی ذمہ دار ہے اور مخلوق کے مزاج سے بھی واقف ہے بلکہ ان کے مزاج کا بھی خالق ہے لیکن ان کی بنیاد اس پر ہے کہ پہلے اس کی عظمت کو تسلیم کیا جائے۔ پھر اس بات کو تلاش کیا جائے کہ اس کارزار حیات میں کون سا محفوظ راستہ رب جلیل نے بنایا ہے کہ اس میں پکڑ دھکڑ چھینا جھپٹی نہ ہو بلکہ ہر انسان کی ذاتی ضروریات پوری ہوں۔ اور خوبصورت طریقہ سے پوری ہوں بغیر اس کے کہ دوسروں سے الجھنا پڑے اور ان کی ضرورتیں چھیننا پڑیں۔ اب یہ صداقت پیغمبر ﷺ، صداقت کتاب، آخرت پر ایمان اور یقین، روایات دین پر یقین، اور دینی احکام پر عمل سے ہی ممکن ہے۔

عبادات: دینی احکام دو طرح کے ہیں۔ عبادات جس ہستی پر ایمان لائے ہیں اس کے ساتھ جو ایمان کا رشتہ بنا ہے۔ وہ ہر روز

ہر لمحہ ترقی کرتا جائے۔ اور خالق سے قریب سے قریب تر ہوتا جائے۔ اور ایمان محفوظ سے محفوظ تر ہو جائے۔ اس کے لئے اللہ تعالیٰ نے عبادات عطا کر دیں۔ فرائض عطا کر دیئے۔

فرائض کیا ہے؟ لغت میں فرض کے معنی ہیں کہ کسی ضرورت مند کو وہ چیز عطا کر دی جائے۔ جس کی اسے انتہائی ضرورت ہو بہت سی ضرورتیں ہوتی ہیں بعض عامیانہ ہوتی ہیں۔ بعض ایسی ہوتی ہیں جن کے بغیر زندگی کا تصور نہیں ہوتا جو بھی اشد ضرورت ہو وہ چیز اسے عطا کر دی جائے تو اصطلاحاً اور لغوی طور پر اس کو فرض کہتے ہیں اس لئے جتنے فرائض شرعی ہیں اس کا مطلب ہے یہ انسان کی از حد ضرورت ہے اگر یہ اسے عطا نہ ہوتے تو انسان، انسان نہیں رہتا بلکہ جانور بن جاتا ہے۔ اب آپ دیکھ لیں جتنے لوگ فرائض سے غافل ہیں ان میں انسانی خصوصیات کم اور جانوروں کی خصوصیات زیادہ آجاتی ہیں۔ یعنی یہ انسان کی ضرورت ہے کہ وہ خود کو انسانیت کے سانچے میں ڈھالے اب اس پر ابدی زندگی عطا ہوگی۔ اصل میں یہ اس کی عطا ہے۔ اور وہ اس کا انعام ہے کیونکہ کسی دنیاوی عمل میں یہ طاقت نہیں ہے کہ وہ آخرت کے انعامات حاصل کر لے، کہ میں نے اتنے نوافل پڑھے ہیں اور ان ان احکامات پر عمل کر لیا۔ اور اب اللہ تعالیٰ کی مجبوری ہے کہ جنت دے ایسی ہرگز کوئی بات نہیں۔ یہ فرائض ہماری ضرورت ہیں تن ڈھانپنے کے لئے کپڑا ہماری ضرورت ہے۔ اگر کوئی شخص یہ کہے کہ میری ضرورت نہیں اور کپڑے اتار کر پھینک دے۔ تو کون اسے انسان سمجھے گا، زیادہ سے زیادہ اگر کوئی رعایت کرے گا، تو اسے پاگل کہے گا۔ فرائض اس رشتے کو قائم رکھنے کے حوالے سے جو انسان اور اللہ کے درمیان ہوتا ہے انتہائی ضروری ہیں۔

احکامات: زندگی گزارنے کے لئے جو احکامات اللہ نے بتا دیئے ہیں یہ دوسرا اس شعبہ ہے۔ عبادات اور احکامات فرائض اللہ نے بتا دیئے اس کی تشریح پیغمبر ﷺ نے کر دی اور نبی ﷺ نے واجب سنت، حتیٰ کہ مباحات تک اور مکروہات تک کی وضاحت کر دی۔ ہر چیز واضح کر دی جو زمانے کے اوراق پر زبان پیغمبر ﷺ سے لکھ دی گئی وہ نہ مٹ سکتی ہے اور نہ ہی کم ہو سکتی ہے، بلکہ دن بدن اس کی روشنی بڑھتی جاتی ہے۔ جب کوئی چاہے اور جہاں چاہے اس سے ہدایت پا سکتا ہے۔ اس طرح وہ چیز زمانے میں مرتسم ہوگئی ہے کہ کوئی الف، ب پڑھنا، لکھنا جانتا ہے یا نہیں لیکن احکامات پیغمبر ﷺ ضرور جانتا ہے دنیا و آخرت کی باتیں جانتا ہے عالم بالا، عالم ارواح کی قبر و برزخ کی باتیں جانتا ہے خواہ اس نے کسی مدرسہ کا منہ تک بھی نہ دیکھا ہو۔ ارشادات پیغمبر ﷺ موتیوں اور سونے کے جواہرات کی طرح اس کے قلب میں پرو دیئے گئے گویا دین ضرورت ہے نوعِ انسانی کی اور جب بھی انسان دین سے نکلیں گے تو حیوان بن جائیں گے۔ بلکہ حیوانوں سے بھی بد تر قرآن حکیم فرماتا ہے "اولئك كا لانعام" یہ تو چوپائیوں جیسے ہیں بلکہ بل هم اضل ان سے بھی گئے گزرے۔ اس لئے کہ وہ حیوان ہی بنائے گئے اور اسی پہ قائم ہیں۔ لیکن انہیں تو انسان بنایا گیا ہے اور حیوانیت پر گر گئے۔ اب اس میں ایک بنیادی نقطہ جو تحریر کرنا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ ادیان باطلہ اور مطالعہ کر کے دیکھ لیں۔ ہر دین، ہر مذہب یہ کہتا ہے کہ یہ وظیفہ کرو تمہیں یہ فائدہ ہوگا، یہ رسم ادا کرو تمہیں یہ ملے گا۔ یہ ایک سودہ بازی ہے یہ دین نہیں ہے کہ فلاں بت پہ یہ چیز چڑھاؤ تمہیں یہ انعام ملے گا، فلاں کی یہ خدمت کرو تمہیں یہ نفع ہو جائے گا، فلاں جگہ پر ایسا کرو تمہیں یہ حاصل

ہو جائے گا، یہ سب رسومات ہیں جنہیں دین کہا جا رہا ہے لیکن ان سب کا اور تمام ادیان باطلہ کا حاصل یہ ہے کہ کچھ کر کے اس سے زیادہ وصول کرو۔

اللہ سے سوداگری نہ کرو: اسلام کی بنیاد اس بات پر ہے کہ تمہیں جو کچھ ملنا تھا وہ مل گیا اللہ اور نبی ﷺ پر ایمان لانے سے بڑا کچھ نہیں ایمان مل گیا' اسلام مل گیا اس کے بعد کوئی ایسی چیز نہیں جو رہ گئی۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ تمہارے پاس کیا ہے؟ اور تم کیا نچھاور کرتے ہو؟ تمہارے پاس تمہاری اَنا ہے اسے تم رکوع اور سجود میں نچھاور کرتے ہو؟ تمہارے پاس طاقت ہے تم اسے اللہ کی راہ میں لگاتے ہو یا نہیں؟ اللہ نے تمہیں علم دیا ہے، تم اللہ کی راہ میں اسے خرچ کرتے ہو یا نہیں؟ تمہیں اللہ نے دنیاوی اقتدار دیا ہے اس قوت کو تم اللہ کی راہ میں لگاتے ہو یا نہیں؟ ادیان باطلہ میں سوداگری ہے کہ ہم نے پانچ روپے کا گڑ دیا اس کے بدلہ میں ہمیں پچاس روپے ملتے ہیں یا نہیں؟ اس کے مقابلے میں اسلام میں جو ملنا تھا مل گیا اب دینے کی باری ہے اور یہی بنیادی فرق ہے جسے اسلام نصیب ہوتا ہے وہ چیزوں کو طاقتوں کو اور اقتدار کو تو چھوڑو، وہ تو دیتے دیتے جان سے بھی گزر جاتا ہے اور پھر کہتا ہے۔

جان دے دی ، دی ہوئی اسی کی تھی
حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

شہادت: ایمان والوں کو حسرت ہی رہتی ہے کہ جان دے کر بھی ہم نے اپنے پلے سے تو کچھ بھی نہیں دیا۔ یہ بھی تو اسی کی دین تھی اسی کو شہادت کہتے ہیں کہ دیتے دیتے بندہ جان سے بھی گریز نہ کرے اسی لئے اللہ کریم فرماتا ہے کہ اب اسے مردہ نہ کہو کہ اب یہ موت کو بھی شکست دے گیا۔ یہ ہمیشہ زندہ ہے۔ اسلام کی پوری تاریخ مکہ مکرمہ سے لے کر اب تک شہادتوں سے پُر ہے ہجری سال کا کوئی ایک ایسا دن نہیں کہ جس میں شہادتیں سمائی جا سکیں، دِنوں کے پاس وسعت کم ہے اور شہداء کے ناموں کی فہرست بڑی۔ اور ابھی تک حضور نبی کریم ﷺ کے خدام اور جانثار اس رسم جانبازی کو آگے بڑھاتے جا رہے ہیں اور نچھاور ہوتے جا رہے ہیں ایمان یہ ہے کہ تم نے اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کو چن لیا تو کائنات ساری تو آپ کی ہوگئی پر آپ نے اور کیا لینا ہے۔ مومن نے جب اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا دامن پکڑ لیا تو تخلیق ساری تو اس کے قدموں میں آ گئی۔ اب تو دینے کی باری ہے کہ اس رشتہ کو قائم رکھنے کے لئے اس کے دامن میں کون کون سے موتی ہیں اور یہ موتی بھی تو اس کی عطا ہیں لیکن اسے قابو رکھ کر اور نہ دے کر اس رشتہ کو ٹھیس پہنچاتے ہیں۔ یا انہیں لٹا کر اس رشتے کو مزید تقویت دیتے ہیں اور سب سے قیمتی موتی جان ہے اور ایمان میں یہ قوت ہے کہ جان لٹا کر بھی مزہ آتا ہے لہٰذا تاریخ اسلام محبتوں کی قربانیوں کا خزانہ ہے اور ایسے بھی شہداء ہیں جن کے نام تاریخ میں درخشندہ ہیں اور کچھ ایسے بھی جنہیں کوئی بھی نہیں جانتا لیکن وہ جس کے نام پر انہوں نے جانیں لٹائیں وہ تو سب کو جانتا ہے۔

منفرد شہادت: ایک شہادت بالکل الگ ہے پوری تاریخ اسلام میں مکہ مکرمہ سے لے کر بدر و احد میں جانثار شہید ہوئے ہر شہادت اپنی جگہ عظیم ہے اور ابھی بھی حق و باطل کی جنگ جاری ہے قاتل بھی موجود ہیں اور شہداء بھی۔ دونوں اپنا اپنا کام نباہ رہے ہیں اور قیامت تک یہ سلسلہ چلتا رہے گا لیکن ایک شہادت اس پوری تاریخ میں بہت سے حوالوں سے منفرد ہے۔ اس کی پہلی انفرادیت

تو یہ ہے کہ اس میں کوئی لڑنے والی فوج نہ تھی خاندان نبوت ﷺ تھا، محمد رسول اللہ ﷺ کے چمنستان کے پھول تھے اوران کے ساتھ چند محافظ اور خدام تھے کوئی لڑنے والی فوج اور لشکر نہ تھا۔ اسے لڑنا پڑا ایک باقاعدہ سرکاری لشکر سے، بڑی عجیب بات بلکہ اس سے بھی عجیب تر بات یہ ہے کہ کوئی لمبا عرصہ نہیں گزراتھا سن ہجری کا ساٹھواں سال، ابھی لوگ دنیا میں موجود تھے جنہوں نے صحبت رسول ﷺ سے دلوں کو روشن کیا۔ ابھی عہد صحابہ ختم نہیں ہوا تھا خود شہداء کا سردار حضرت امام حسینؓ وہ شخص تھا جس نے حضور ﷺ کی گود میں کھیل کر بچپن گزارا۔ اور قاتل بھی دین محمد ﷺ کے ماننے کے دعویدار تھے۔ یہ فلسفہ آج تک سمجھ نہیں آیا کہ جس نبی ﷺ کا کلمہ پڑھتے ہو۔ اس کی اولاد کو ذبح کرنے کی ہمت کہاں سے پاتے ہو؟ یہ بات سمجھ میں نہیں آئی۔ یہ کیسے ممکن ہے؟ اس تصور سے وجود کانپ جاتا ہے۔ یہ کون لوگ تھے جو کلمہ پڑھنے کے مدعی بھی تھے اور خاندان رسالت ﷺ کو اجاڑ کر رکھ دیا تہہ تیغ کر کے رکھ دیا۔ کیسے عجیب لوگ تھے۔ یہ بات کم از کم میری سمجھ میں نہیں آئی۔ بات کیا تھی؟ خاندان رسالت ﷺ کسی بات پر تہہ تیغ ہوا کس نقطہ پر قربان ہوا؟ کلمہ وہی تھا کسی نے نئی نبوت کا اعلان نہیں کیا۔ قرآن وہی تھا کسی نے قرآن نہیں بدلا۔ نمازیں وہی تھیں، حج بھی وہی تھا، احکام شریعت وہی تھے، سرکاری مذہب بھی اسلام تھا حاکم خلیفہ کہلاتا تھا آپ جہاں سے چاہیں تحقیق فرمائیں تاریخ اٹھائیں بات صرف جا کر یہ نکلتی ہے ساری باتیں ماننے کے باوجود حاکم انداز حکمرانی میں اپنی پسند کو بھی داخل کرنا چاہتا تھا اور جہاں حاکم اپنی پسند داخل کرے گا وہاں سے نبی کریم ﷺ کی کوئی نہ کوئی ادا اٹھ جائے گی کوئی نہ کوئی سنت اٹھ جائے گی بات فرائض کی نہ تھی نہ واجبات کی' بات کفر واسلام کی نہیں تھی یہ تو فسانے میں رنگ بھر دیا گیا۔ اور اسے کفر و اسلام کی جنگ بنا دیا گیا۔ حقیقتاً یہ جنگ تھی حضور ﷺ کی ایک ایک ادا کی کہ آپ ﷺ کی ہر ادا کو اپنایا جائے اور جہاں بھی کوئی بڑے سے بڑا شہنشاہ حضور کی کسی ادا کو چھوڑ کر اپنی پسند داخل کرنا چاہے وہاں جان دے دیں گے مٹ جائیں گے لیکن یہ بات نہیں ہونے دیں گے یہ سارا افسانہ اتنی سی بات کے گرد سمٹ آتا ہے۔ اب اس پر قربانی کی ایسی تاریخ رقم ہوگئی کہ اس پائے کے لوگ تو پھر دنیا میں نہیں ہوں گے نہ حسینؓ جیسا کوئی فرزند ہوگا نہ فاطمہؓ جیسی کوئی بیٹی ہوگی، کوئی بھی دنیا سے اٹھتا ہے تو اخبار بھر جاتے ہیں کہ اس شعبہ میں خلا پیدا ہوگیا، کہ اس پائے کا بندہ اٹھ گیا اس کی جگہ پُر نہیں کی جاسکتی خانوادۂ رسول ﷺ کے پائے کے لوگ کہاں سے آئیں گے؟ وہ پُر نہیں ہوسکتا لیکن وہ سب قربان کس بات پر ہوگئے؟ مانا کہ آپ کلمہ پڑھتے ہیں قرآن کو مانتے ہیں جہاد کر رہے ہیں فرائض کو مان رہے ہیں ٹھیک ہے سارا دین مانتے ہیں لیکن یہ چھوٹی چھوٹی باتوں میں آپ اپنی پسند کیوں داخل کرتے ہیں؟ پسند صرف اور صرف اللہ اور اس کے حبیب ﷺ کی باقی کسی کی بھی نہیں۔

نظریہ اسلام کے ٹکڑے ہو گئے: شہادت حسینؓ کو جن بدبختوں نے دیدہ دلیری سے انجام دیا انہوں نے یہ نہیں سوچا کہ یہ تلواریں وجود حسینؓ پر نہیں عقیدہ اسلام پر چل رہی ہیں اور ان تلواروں نے تاریخ اسلام بلکہ عقائد و نظریات اسلام میں ایسا خلا بنا دیا جو ابھی تک پُر نہیں ہوسکا اور نہ ہی پُر ہو سکے گا۔ اسلام کا نظریہ ہی ٹکڑوں میں بٹ گیا ان تلواروں نے نہ صرف خاندان رسول ﷺ کی گردنیں کاٹیں بلکہ اسلام کے ٹکڑے کر دیئے۔ اور ابھی تک لوگ بھٹکتے پھر رہے ہیں کسی نے کوئی ٹکڑا اٹھایا ہوا ہے اور کسی نے کوئی، داستانِ کرب و بلا بھی عجیب ہے، افراد تو شہید ہوئے افراد کے جسم تو کٹے لیکن کیا عجیب لوگ تھے جو جسم نہیں تھے نظریات تھے، نظریات

اسلام کٹ گئے، عقیدہ کٹ گیا اور ٹکڑوں میں بٹ گیا اور ہر کوئی شور کرتا پھر رہا ہے۔ کوئی سینہ پیٹتا پھر رہا ہے کوئی دیگیں پکاتا پھر رہا ہے کوئی تلاوت کر رہا ہے جو جو جس کے دل میں آ رہا ہے کہہ رہا ہے کہ ہمیں اس حال میں کسی سے جھگڑا کرنے، پتھر مارنے کی ضرورت نہیں۔

یزید کی معاونت چھوڑ دو: ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم اپنے آپ کو سامنے رکھ کر دیکھیں کہ کہیں زندگی کے معاملات میں محمد رسول اللہ ﷺ کی پسند کو چنا ہے یا پھر ہر عمل میں اپنی پسند داخل کر رکھی ہے اور چھوٹا سا معاملہ ہے اگر آپ یزیدیت اور حسینیت کو بانٹیں تو یزیدیت میں اتنا آتا ہے کہ وہی کلمہ، فاتحہ، درود ٹھیک لیکن ہم بھی کوئی حیثیت رکھتے ہیں کچھ ہماری بات کو بھی جگہ دی جائے۔ کربلا ہر کلمہ گو کے سینہ میں ہر آن موجود ہے کون حسینیت کا حق ادا کر رہا ہے؟ اور کون یزیدیت کی معاونت کر رہا ہے؟ یہ اندازہ ہم خود کر سکتے ہیں میرا اندازہ آپ نہیں کر سکتے اور آپ کا اندازہ میں نہیں کر سکتا تو گلی میں دوسروں کو پتھر مارنے کی بجائے اپنے اندر کی کربلا کو دیکھو خود کو تلاش کرو کہ تم کس لشکر میں ہو۔ اگر تو ہم بھی رسومات کی پیروی کر رہے ہیں اور سنت رسول ﷺ کو چھوڑ رہے ہیں تو پھر ہم بھی یزید کے معاون ہیں یزید تو معاملات میں مداخلت کرتا تھا اور یہاں لوگوں نے تو عبادات میں اپنی پسند اپنا لی ہیں۔

میرے بھائیو! محرم کے مبارک مہینہ سے اسلامی سال کی ابتداء ہوتی ہے اور یہ ابتداء میں بندے کو کھڑا کر کے اسے یہ بتلاتا ہے کہ دیکھ تیرے اندر بھی کربلا ہے حق و باطل کا ایک معرکہ بپا ہے میرے اندر بھی آپ کے اندر بھی خیال آتا ہے کہ اپنی پسند سے جو چاہوں کروں۔ پھر یہ بھی آواز آتی ہے کہ تیری یہ حیثیت نہیں ہے کہ یہ مقام رسول اللہ ﷺ کو سزاوار ہے کہ جو ان کی پسند ہے وہی کیا جائے جو اپنی پسند کا شور اُٹھتا ہے، یزیدیت ہے اور جو دوسری صدا اندر سے اُٹھتی ہے کہ حضور ﷺ کی پسند کو محض اپنایا جائے یہ حسینیت ہے اس عقلی کربلا میں دیکھو ہر گھر کربلا ہے ہر سینے میں کربلا ہے ہر آن کربلا ہے ہر لمحہ خود کو تلاش کرو اور حق کا ساتھ دو، بلکہ حق کے لئے سب کچھ نچھاور کر دو۔

یہاں ہوگی اب دین کی بادشاہی
فضائے وطن کو یہ مژدہ سُنا دو
اُٹھو نعرہ حق کو پھر لے کر اُٹھو!
فقیر! اب زمانے کو کر کے دیکھا دو

ضرورت رشتہ

جنس: مرد
تعلیم: M.A،LLB، حافظ قرآن
پیشہ: وکالت
عمر: 29 سال
برادری: مہار
کیلئے ہم پلہ لڑکی کا رشتہ درکار ہے

برائے رابطہ:
یاسر مصطفیٰ، محلہ عیدگاہ، گوگیرہ روڈ، پاکپتن
0314-3651044

the Shaikh. He spent sixteen years of his life like this after completing his formal education; what is left in life after that? But they were well acquainted with the value of this wealth. Those of us, who were blessed with his company in the beginning, could hardly tolerate being away from him beyond one week and after that our only thought was how to meet him again. How could our daily commitments stop us because we didn't feel like working? We tried to reach him by Asr Salah and be with him for the Maghrib Zikr. That night we felt like a thirsty man who has quenched his thirst or a starving man who has consumed fill. Feeling rejuvenated we returned to our daily commitments, but after one week the desire to meet him resurfaced. Although we had been blessed with Lata'if and Maraqbat, the feeling of his presence was different and the beneficence of his company was unique. I routinely engaged in Zikr on my Lata'if for two hours in the evening and for four hours in the small hours of the night. The locations of our Lata'if ached as if someone had thrust iron rods there. In the Winter, we used to have a brown sugar drink before going to bed to prevent bleeding from our stomachs. We dissolved alum in water and gargled to avoid developing sores in our mouths; taking Ispaghula husk with brown sugar drink made the stomach strong. These were the physical effects of the intensity of Divine Lights. But all of these hardships were of no value to us when compared to a single glance of our Shaikh; our Shaikh's single look was more precious to us!

The aim of describing all this is not to glorify myself but to tell you that this is a very important task. If **Allah** has granted you this opportunity and you are spending your time in this pursuit, then you should also realize its requirements. These conventions are neither mere rituals nor the occasions to develop contacts, fulfil a formality, meet friends, chat for some moments and leave. The real goal is the absorption of the Barakaat that is related to one's effort and endeavour, along with the degree of deference and the time spent in Shaikh's company. Those who consider it insignificant and think that they can afford to attend the gathering at their leisure because 'the Convention will still be in progress, the Shaikh will also be present', must realize that there is no spare time in life. The vicious cycle of the necessities of life keeps one in a spin 'round the clock'. There is nothing such as free time even with those who are just resting and doing nothing. Even those who are sleeping are not free. Zafar Iqbal, a local Poet once said,

> He did nothing the whole day,
> While I only rested,
> He was busy doing his job,
> While I did mine.

There is no such thing as spare time in the commitments of one's daily life; one has to sort them out according to their own priorities. The top priority is given to the most important task followed by the next important and so on. Similarly, all important issues are accordingly prioritised so that life assumes an organized pattern. Just getting up in the morning like an uncouth person and locking horns with anyone you come across is not a desirable lifestyle. It is like wasting the time given to us by **Allah**-swt. Everyone, before going to sleep, should plan about his coming day: If **Allah**-swt permits my life to continue tomorrow, what would be the most important assignment, the next and the next? When we prepare such lists, they usually contain the fixed routines of daily life like going for job, business, labour, meeting people. However, one of the most important requirement, besides these priorities, is the adherence to the Shari'ah. One needs to make a strong effort to follow the Shari'ah, and the most significant factor is the company of the Shaikh, which strengthens the resolve to follow the Shari'ah. A single second of his company may prompt feelings which cannot otherwise be developed in a whole year. So, prudently understand the requirements and procedure of the subject that **Allah**-swt has given you the opportunity to pursue, and acquire your goal. May **Allah**-swt accept your endeavour and that you attain as much as possible!

high; we are not comparable even to the dust on their feet. They fought oppressive sultans, endured severe hardships, but stood their ground for the right path and showed it to us. However, the Sunnah of transmitting feelings of the Qalb to every student is not observed with them even. They passed on these feelings of the Qalb and Zikr-e Qalbi only to very few people; the rest of the seekers were taught only Shari'ah and Waza'if. Those bestowed with those feelings of the Qalb were very few and can be counted on one's fingertips. The Sunnah of delivering feelings of the Qalb to everyone has not been observed for fourteen centuries, since the time of the Taba' Taba'een. Then, an ordinary farmer, wearing coarse clothes, living in a far off and unfamiliar area started shining on the horizon of Sufism and rekindled this Sunnah. It was after the era of the Taba Taba'een that once again the Sunnah of everyone attending his company and leaving with those feelings of the Qalb was observed, this time in the era of Hadhrat Allah Yar Khan. Some people have criticized me, declaring my opinion the result of my veneration for my Shaikh. In response, I turned back the pages of history and asked them whether they could show me the name of a single distinguished saint after Khair al-Quroon in whose presence everyone was blessed with those feelings. On the other hand, even the waterer of Hadhrat's mosque had been blessed with Fana fir Rasool. Usually the waterers of villages' mosques are not even regular in offering Salah but the waterer of Hadhrat's[-rua] mosque was such a devout Sufi that one day while he was performing Zikr alone in the mosque a snake crawled in and coiled up on his foot and kept on sitting there till the end of Zikr. He remained unaware of the presence of the snake throughout Zikr and was astonished to find it sitting on his foot and scolded it away. Snakes pick out their prey by sensing body heat, then why didn't it bite him and left quietly after being scolded? My reverence to my Shaikh is a fact and I don't hesitate in saying that the respect that I have for my Shaikh is the maximum that a human being can have for another. I met him fifty years ago, spent twenty-five years in his company and from the day we first met till today, by the grace of **Allah,** I never had any doubt in my heart about him. I spent my entire life according to his wishes and submitted my will to him and may **Allah**[-swt] never bring a time that I develop any doubts. These are not ordinary matters to be discussed; however, at times they have to be revealed. I told Satan not to waste his time on creating doubts about my Shaikh in my heart. He can try to create doubts about anything else, but he shouldn't waste my time as well as his on it; from that day he has ceased disturbing me on this issue.

When Hadhrat[-rua] completed his formal education he didn't believe in Sufism, rather he used to negate it. But when he met his Shaikh, he accepted it, understood it and did not leave that place for sixteen years. He was a farmer; he used to visit his home during the harvesting season and after disposing of the harvest, and dispensing with the annual needs of his family, he would return. As a routine, for sixteen years, he used to get up for Tahajjad, engage in Zikr on his Lata'if till morning prayers; after offering his morning prayers he would resume that same Zikr on his Lata'if till Ishraq (optional prayers after sunrise); and again till Chasht (optional prayers just before noon). This would be followed by lunch, a nap for a while and then resumption of his Zikr of the Lata'if till Zuhr (midday) prayers. From Zuhr till Asr (afternoon) prayers and from Maghrib till 'Isha prayers at night, this Zikr would continue. He would have his dinner after Isha prayers and then go to sleep. He spent sixteen years like this and left the place only when instructed by his Shaikh. He was told by his Shaikh that he was ready for spreading this blessing to other people and his spiritual lessons would continue to advance. The point of this discourse is that people like him knew the importance of the company of

corners of Jannah. There, we will have all of the blessings of **Allah**, the palaces, the wives, a variety of fruits, food and drinks, but we will be deprived of beholding your noble countenance; no more will we enjoy the pleasure of your company that we are blessed with here, and will also not be honoured with your audience; then what use is Jannah to us?' He expressed these deep-seated sentiments of his heart so earnestly that the Holy Prophet[-saaws] became silent. His emotion was so deep and intense that it was replied to by the Creator Himself, *And whoso obey* ***Allah*** *and the Messenger, they will be in the company of those on whom* ***Allah*** *has bestowed His Grace, of the Prophets, the Siddiqeen, the martyrs and the righteous* - 4:69. Such devout people will enjoy the company of the blessed ones in Jannah. As they are honoured with the company of the Holy Prophet[-saaws] here in this world they will be blessed with his audience there as well. Nobody will stop the chosen people of **Allah**[-swt] to enjoy the audience of the Prophets[-as]; the company of Siddiqeen and martyrs of the Right path; those righteous people who spend their youth and entire lives in the Cause of **Allah**[-swt]. They will be residing at their own places but nobody will stop them from attending these gatherings.

How strange were those people? They agreed to enter Jannah only when they were permitted to attend the audience of the Holy Prophet[-saaws]. This was the effect of his company. Just one glance granted them something that was uniquely and exclusively theirs; the excellence that conferred on them the title of Sahabi (Companion). Sahabi is not a mere word, not a nomenclature, but a reality in itself. After Prophets[-as], the zenith of humanity is enjoyed by a Sahabi. All distinguished saints are to be respected and honoured but even if we accumulate all of their excellence from the first to the last, it cannot match even the dust on the feet of a Sahabi. At the apex of sainthood, begin the ranks of the Taba Taba'een, above them are the Taba'een, and above them all is the status of the Sahabah (Companions). The beneficence that they received from one glance, during the company of only a few moments, cannot be achieved, even after years of continued effort. Performing Zikr for an entire lifetime cannot elevate a person to the level of a Sahabi. What could be lacking? It is that single glance of the Holy Prophet[-saaws] and his presence! However, the Prophethood of the Holy Prophet[-saaws] is everlasting; it will remain effective and his beneficence and blessings will be available till the Day of Judgment. The **seekers of this beneficence will continue their quest and Sufi masters will keep on transferring it to them. Anyone who stepped into this field did acquire some** beneficence **and blessings. However, it was, for the first time, after Khair al-Quroon (the Best of Times) that the Sunnah of every seeker being rewarded with these feelings of the heart was revived by Hadhrat Allah Yar Khan[-rua]. People used to criticize me for saying this and I duly answered their criticism, now they don't criticize me anymore. However, the reality is that I always recount a historical fact; it was the distinction of Prophethood that the status of a Sahabi was conferred on any faithful who attended the company of the Holy** Prophet[-saaws]**; of course, there are different grades within the Sahabah but basically everyone was blessed with the status of Sahabiat whether rich or poor, young or old, male or female, strong and stoutly built, weak and pale, a scholar or an illiterate, everyone was bestowed with the status of a Sahabi. Whosoever embraced the Faith and attended the company of the Holy** Prophet[-saaws] **became a Sahabi. This same Sunnah remained alive in the era of the Sahabah; any Muslim, who attended their company, became a Tabi. The same process continued in the time period of the Taba'een and any of the faithful who attended their company became a Taba Tabi. After the golden era of Khair al-Quroon this Sunnah was suspended. There have been many distinguished saints whose knowledge, religious status, righteousness, piety and spiritual ranks are indeed very**

bodies aid in the development of underground minerals; one star may influence the growth of vegetation, while another affects aquatic life. Somewhere on earth crops are springing up in fields, elsewhere there is exploration of minerals buried underneath. There is a wealth of gold, silver, diamonds, other precious stones, and mineral oil and gas stored beneath the earth's crust. On its surface are grassy fields, to fruity trees, flowers, crops, flocks of birds and cattle; for whom have all these riches been created? **Allah**[-swt] declares that all of these creations are subservient to you; this orchestration of life has been organized for your service. The Holy Quran mentions in Surah al-Baqarah Verse 29: ***He** it is Who created for you all that is on earth.* It means that the life created on earth and all of its activity is oriented to serve humanity. Every creation is engaged in serving humanity and the universe is operating just to provide its service to every human being; and this best of creations achieves the purpose of his life only by submitting to **Allah**'s Prophets. The Holy Prophet[-saaws] has been appointed as the Prophet for entire mankind. Anyone putting his faith in his Prophethood, wherever he may be, shall accomplish the goal of his life.

Prophethood is the most exalted status among mankind. Nobody else can be compared to a Prophet, not even to the dust on his feet. Who are the best people in mankind, after the Prophets? They are the Companions of the Holy Prophet[-saaws], the best in all Umamm (the plural of Ummah, a group of followers) and the best in entire humanity! The question is how were they blessed with this status? Did they offer extra Salah; put in more endeavours or fasted for more days? No, only that they were blessed with the company of the Holy Prophet[-saaws] and were elevated to the highest status, that of Companionship. There were a few Companions who died even before compulsory Salah were decreed; some of them left this world even before Saum was ordained; a few Companions passed away before Jihad was enjoined. They neither fasted nor participated in Jihad, because the orders had not yet been given, but still they achieved the status of Companionship of the Prophet[-saaws]. All those, who followed them, even with a supreme level of piety and righteousness, cannot be compared to even the dust on a Companions' feet. How did they get to this level of eminence? They were elevated to this level only because they were blessed with the company of the Holy Prophet[-saaws].

What was the act that granted them this prestigious status of Companionship? It was a mere glance of the Holy Prophet[-saaws]! After embracing Faith, a single glance at the Holy Prophet[-saaws] earned them the noble status of Companionship. Imagine the experience of being in his Company; what did they obtain while in the presence of the Holy Prophet[-saaws]? Jannah is a place that has been praised by **Allah**[-swt] Himself; the Holy Prophet[-saaws] also praised the pleasures of Jannah and their permanence. The Companions[-rau] were sitting in his company when Jannah was being discussed. A destitute and tattered Companion[-rau] who was merely earning a meal a day, after a hard day's work, abruptly addressed the Holy Prophet[-saaws] 'O Messenger of **Allah**, I do not want Jannah.' Surprised, the Holy Prophet[-saaws] asked, '**Allah** wants you to long for Jannah; I also praise Jannah, pray for it and even enjoin others to do so, but you don't want it, why? He said 'I am a poor labourer. I toil hard but still cannot rid myself of poverty; my body aches with fatigue the whole night, and in the morning I labour again, life is difficult. In addition, the situation in Madinah is very critical; the fear of an invasion by non-believers lurks over our heads, at the time. But, there is a joy that is veiled in these hardships; whenever we are free after a laborious day, we enter the Mosque and a glance at your radiant countenance takes away all our exhaustion and a fresh current of life starts flowing through us. Jannah is a place par excellence or even better, but there you will be residing at Maqam-e Mahmood (the Praised Station), while we, the underprivileged will be dwelling in some remote

protects against vulgarity, therefore it safeguards against other sins as well. So, one gets a ready reward for offering Salah. However, if a person doesn't receive this reward, it signifies that the Salah has not been offered with all of its obligations and is not up to the mark. It would have been considered as prayers were it performed as ordained by **Allah**-swt and exemplified by the Holy Prophet Muhammad-saaws. Therefore, there are two fundamental principles of a true act of worship; one, only **Allah**-swt can order a particular act of worship and two, it is the exclusive prerogative of the Holy Prophet Muhammad-saaws to guide us about its form. Every act of worship must meet these two criteria to be fruitful. Salah may not take much time, but **Allah**-swt confers on the person the protection against indecency and immorality, then his conduct starts improving. The act of worship, which has no affect on a person's practical life, is incomplete. What is the reason for this deficiency? The reason is a lack of awareness about obtaining the complete knowledge concerning the act of worship.

Religious knowledge comprises both the teachings of the Holy Prophet Muhammad-saaws and the blessings of his Prophethood. Knowledge that doesn't reform the conduct of an individual can only be termed as information. A person may gather much information but it will be of no consequence in his practical life. Let us consider great philosophers, historians and intellectuals; I consider the knowledge they impart as information. Knowledge makes a definite difference in one's life. Knowledge is imparted only by Prophets-as, because they not only convey the words but also deliver the associated feelings. When a Prophet-as preaches that only **Allah**-swt is worthy of worship, the feelings associated with his words are also bestowed upon the listener. He accepts this fact from the core of his heart that only **Allah**-swt is to be worshiped and his conduct endorses his belief in the Unity of **Allah**-swt. When a Prophet-as commands a believer to prostate himself before **Allah**-swt, a feeling rising from the core of a believer's heart overwhelms him to place his forehead on the ground. The intensity of these feelings is so great that, even after the Prophets-as have left, people endeavour to acquire the knowledge granted by them, from religious scholars. These scholars are classifiable into two categories; one category has the wealth of information about the teachings of the Prophet-as that they disseminate to others. However, they do not transfer the feelings associated with these teachings; they impart only information, not knowledge. That is why people obtaining information from them are seen involved in larceny and found in cinemas at night, when away from their Madrassahs. The question arises why do they indulge in such activities, concealing them from their teachers? The answer is that these religious teachers are transferring only information and not knowledge to their students. The second class of religious scholars is known as 'Alim-e Rabbani'. This is a Quranic term derived from Surah Aal-e Imran Verse 80. 'Rabbaniyeen' or 'Alim-e Rabbani' is a religious scholar, who not only possesses an in-depth knowledge of the teachings of the Holy Prophet-saaws but also houses in his Qalb the associated feelings, emanating from the Qalb of the Holy Prophet Muhammad-saaws. Any individual honoured with the company of such religious scholars is rewarded with a positive change in life and the reformation of his conduct. This is the effect that the beneficence and blessings of Prophethood produce on the followers. The fortunate people blessed with the company of the Holy Prophet-saaws were the most exalted people of this Ummah. However, the Prophethood of the Holy Prophet-saaws embraces all of humanity. **Allah**-swt has created mankind as the best of His creations; everything in this universe has been declared subservient to mankind. There are countless stars and planets in this universe and each one of these celestial bodies has to transmit its influence to the earth. A star's light helps in ripening of crops, while other heavenly

Importance of the Company of Shaikh

Translated Speech
of
His Eminence Ameer Muhammad Akram Awan
Shaikh Silsilah Naqshbandiah Owaisiah
Dar ul Irfan

All Prophets-as sent to this world, preach the message of **Allah**-swt to people, and teach them cognition of the Being and Attributes of their Creator. They advise people about His likings and tell them the ways to achieve His love. They elucidate acts disliked by Him and highlight the ways to keep clear of such impious acts. They tell people how to spend life in a way that pleases **Allah**-swt and how to avoid deeds that invoke His wrath.

The faculty to comprehend and achieve this is a natural instinct deeply embedded in every individual. However, drawing benefit from Prophets-as depends upon the decision that one makes by exercising the prerogative allowed him by **Allah**-swt and by using his natural instincts. It is also important to understand that religion encompasses all spheres of life and when all aspects of his life submit to the Will of **Allah**-swt, we call him religious and self-righteous. It is not religious to pray at the times for prayer, but get out of control in one`s personal, social, and collective life, when away from the mosque. Worship is an important part of religion; however it is not the whole religion. The same fact can be better understood if we realize how much time we spend offering our five Salah? We hardly devote a maximum of two hours of our twenty-four hours for this purpose. This means that the remaining twenty-two hours of the day are not considered as part of the religion! It raises the question: do we spend twenty-two hours of our day out of the religion? This establishes that the major portion of our religion is not comprised of worship. However, worship does have an influence on our lives; **Allah**-swt rewards our worship in a way that our daily life starts improving. Generally, the real meaning of Thawab (recompense) is misunderstood; taking it as the reward one will get for his deeds in the Hereafter: this is not the correct interpretation. The argument in this regard is based on the instruction by the Holy Prophet-saaws to pay a labourer before his sweat dries. Why does **Allah**-swt, Who orders human beings to pay their wages immediately in this world, reserve the reward of one`s deed for the next world. The reality is different; one will not only be rewarded on the Day of Judgment, but he will be readily paid in this temporal life as well. How does the Quran depict the reward for Salah? *Indeed Salah restrains a person from lewdness and evil* - 29:44. The reward for Salah is a defence against lewdness and indecency. Salah cleans one`s thought process, personality, character and deeds, just like we clean our clothes and wring them after washing them with soap and water. The above quoted verse of the Holy Quran highlights that worship is not only rewarded in the Hereafter, but that it also eliminates both the inclination towards evil and indecency from one's life here in this life.

In these modern times, lewdness is taken as enlightenment and this forms the basis for wrongdoing. Indecency and perversion are the products of superfluous wealth, especially if amassed without bothering about its legality. Such depraved events pile up one over the other, creating a vicious circle. The root of all evils is indecency, and the Glorious Quran uproots this evil by asserting that Salah